سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات2016

جمعرات،18۔فروری2016
(یوم الخمیس،9۔جمادی الاوّل1437ھ)

سولھویں اسمبلی:انیسواں اجلاس

جلد19:شمارہ 15

1489

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ 18-فروری 2016

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ جات محنت وانسانی وسائل اور اطلاعات وثقافت)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

(اے) رپورٹوں کا ایوان کی میز پر رکھا جانا

1۔ حکومت پنجاب کے سول حسابات کے بارے میں آڈٹ رپورٹ برائے مالی سال 14-2013 (آڈٹ سال 15-2014)

ایک وزیر حکومت پنجاب کے سول حسابات کے بارے میں آڈٹ رپورٹ برائے مالی سال 14-2013 (آڈٹ سال 15-2014) ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

2۔ حکومت پنجاب کی مالیہ وصولی کے حسابات کے بارے میں آڈٹ رپورٹ برائے مالی سال 14-2013 (آڈٹ سال 15-2014)

ایک وزیر حکومت پنجاب کی مالیہ وصولی کے حسابات کے بارے میں آڈٹ رپورٹ برائے مالی سال 14-2013 (آڈٹ سال 15-2014) ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

3۔ محکمہ جنگلات حکومت پنجاب کے مدبندی حسابات برائے مالی سال 14-2013 (آڈٹ سال 15-2014)

ایک وزیر محکمہ جنگلات حکومت پنجاب کے مدبندی حسابات برائے مالی سال 14-2013 (آڈٹ سال 15-2014) ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

1490

4۔ ورکس اکاؤنٹس، حکومت پنجاب برائے مالی سال 14۔2013(آڈٹ سال15-2014)پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ

ایک وزیر ورکس اکاؤنٹس، حکومت پنجاب برائے مالی سال 14۔2013(آڈٹ سال15-2014)پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

5۔ پبلک سیکٹرانٹرپرائزز(کمرشل آڈٹ اینڈایویلوایشن)حکومت پنجاب(آڈٹ سال15-2014) کے اکاؤنٹس پرآڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ

ایک وزیر پبلک سیکٹرانٹرپرائزز(کمرشل آڈٹ اینڈایویلوایشن)حکومت پنجاب(آڈٹ سال15-2014) کے اکاؤنٹس پرآڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

6۔ مدبندی حسابات،حکومت پنجاب برائے مالی سال 14-2013 کے اکاؤنٹس پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ

ایک وزیر مدبندی حسابات،حکومت پنجاب برائے مالی سال 14-2013 کے اکاؤنٹس پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

7۔ مالی گوشوارہ جات حکومت پنجاب برائے مالی سال14-2013کے اکاؤنٹس پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ

ایک وزیر مالی گوشوارہ جات حکومت پنجاب برائے مالی سال14-2013کے اکاؤنٹس پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

8۔ ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی (ٹیوٹا)کی سالانہ رپورٹ برائے سال 13-2012

ایک وزیر ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی (ٹیوٹا)کی سالانہ رپورٹ برائے سال 13-2012ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

9۔ صوبائی زکوٰۃ فنڈ و قومی سطح کے ادارہ ہائے صحت پنجاب (آڈٹ سال 15-2014)کے اکاؤنٹس پرآڈٹ رپورٹ

ایک وزیر صوبائی زکوٰۃفنڈوقومی سطح کے ادارہ ہائے صحت پنجاب(آڈٹ سال15-2014) کے اکاؤنٹس پرآڈٹ رپورٹ ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

(بی) عام بحث

اورنج لائن پر عام بحث

ایک وزیر اورنج لائن پر عام بحث کے لئے تحریک پیش کریں گے۔

1491

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولہویں اسمبلی کا انیسواں اجلاس

جمعرات،18۔فروری 2016

(یوم الخمیس،9۔جمادی الاوّل 1437ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 50 منٹ پر زیر صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری رمضان قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

فَاِذَا رَکِبُوۡا فِی الۡفُلۡکِ دَعَوُا اللّٰہَ
مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۚ فَلَمَّا نَجّٰہُمۡ اِلَی الۡبَرِّ اِذَا ہُمۡ یُشۡرِکُوۡنَ (65)
لِیَکۡفُرُوۡا بِمَاۤ اٰتَیۡنٰہُمۡ ۚۙ وَ لِیَتَمَتَّعُوۡا ٝ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ (66) اَوَ لَمۡ
یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِہِمۡ ؕ اَفَبِالۡبَاطِلِ
یُؤۡمِنُوۡنَ وَ بِنِعۡمَۃِ اللّٰہِ یَکۡفُرُوۡنَ (67)

سُوۡرَۃُ العَنکبوت آیات65تا67

پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے (اور) خالص اُسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن جب وہ اُن کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگے جاتے ہیں(65) تاکہ جو ہم نے اُن کو بخشتا ہے اُس کی ناشکری کریں اور فائدہ اٹھائیں (سو خیر) عنقریب اُن کو معلوم ہو جائے گا(66) کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے اور لوگ ان کے گرد ونواح سے اُچک لئے جاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں(67)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

کرم کے آشیانے کی کیا بات ہے
آپ کے آستانے کی کیا بات ہے
لاکھوں نانے بھی ہیں اور نواسے بھی ہیں
ابن حیدرؓ کے نانا کی کیا بات ہے
فاطمہؓ اور علیؓ پھر حسنؓ اور حسینؓ
پنجتنؓ کے گھرانے کی کیا بات ہے
ایک گھر جو ملے شہر سرکار میں
پھر تو ایسے ٹھکانے کی کیا ہے
تک کے بولیں نکیرین حاکم مجھے
مصطفیٰ کے دیوانے کی کیا بات ہے

سوالات

(محکمہ جات محنت وانسانی وسائل اور اطلاعات وثقافت)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج کے ایجنڈے پر محکمہ جات محنت وانسانی وسائل اور اطلاعات وثقافت سے متعلقہ سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔پہلا سوال محترمہ راحیلہ انور کا ہے۔جی، محترمہ! اپنے سوال کا نمبر بولیں۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1089 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع جہلم: چائلڈ لیبر کے بارے میں تفصیلات

*1089: **محترمہ راحیلہ انور:** کیا وزیر محنت وانسانی وسائل ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں چائلڈ لیبر پر پابندی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بچوں سے مزدوری کروانے یا مزدوری پر رکھنے والے کو سزا بھی دی جا سکتی ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو جنوری 2011 سے مارچ 2013 تک ضلع جہلم میں کل کتنے کیسز حکومت کے ریکارڈ میں آئے ہیں؟

(د) چائلڈ لیبر کی روک تھام کے حوالے سے حکومت کی حکمت عملی سے بھی ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت وانسانی وسائل (میاں نوید علی):

(الف) ہاں! یہ درست ہے کہ Labour Laws کے تحت صنعتی و تجارتی اداروں میں بچوں کی ملازمت ممنوع قرار دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ صنعتی و تجارتی اداروں میں لیبر قوانین کے منافی بچوں کی ملازمت ایک قابل سزا جرم ہے۔

(ج) جنوری2011 سے مارچ2013 تک چائلڈ لیبر ایکٹ مجریہ 1991 کے تحت ڈسٹرکٹ لیبر آفس جہلم نے 49 چالان مجاز عدالتوں میں دائر کئے۔

(د) صوبہ پنجاب میں2010 سے لے کر اکتوبر2013 تک چائلڈ لیبر کے حوالے سے محکمہ محنت نے457128 معائنہ جات کئے ہیں جن کے نتیجے میں قوانین بابت چائلڈ لیبر کی مختلف دفعات کے تحت5820 خلاف ورزیاں متعلقہ فیلڈ افسران نے رپورٹ کیں اور انجام کار درج بالا قانون کی خلاف ورزی پر آجران کے خلاف5820 چالان درج کروائے گئے۔ مجاز عدالتوں نے تادم تحریر۔/10,36,550 روپے جرمانہ عائد کیا ہے اور یہ ایک لگاتار عمل ہے جو کہ ہمہ وقت جاری رہتا ہے۔

حکومت پاکستان نے کنونشن نمبر138 برائے کم عمری اور کنونشن نمبر182 برائے Worst Forms of Child Labour کو ratify کیا ہوا ہے جو کہ حکومت کی غیر متزلزل کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آئین پاکستان کے تحت بھی بچوں کا تحفظ تسلیم شدہ ہے۔ درج بالا آئینی اور بین الاقوامی وعدوں کی تکمیل کے لئے قانونی اور انتظامی اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ Factories Act کے سیکشن 50 اور Shops & Establishments Ordinance کے سیکشن 20 کے تحت چائلڈ لیبر ممنوع قرار دی گئی ہے۔ چائلڈ لیبر قوانین کو مزید مؤثر اور ILO متعلقہ کنونشنز کے عین مطابق بنانے کے لئے ایک نیا قانون Punjab Prohibition of Employment of Child, 2013 ڈرافٹ کیا گیا ہے جو کہ ابھی سہ فریقی مشاورت کے مرحلے میں ہے البتہ اس کی منظوری وزیر اعلیٰ پنجاب دے چکے ہیں اور بعد از ضروری کارروائی اسے قانون سازی کے لئے اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ ان قانونی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے علاوہ محکمہ محنت نے چائلڈ لیبر کے خاتمے کے ضمن میں بعض اضلاع میں درج ذیل ADP schemes کا اجراء بھی کیا ہے جن کا مقصد بھٹوں پر کام کرنے والے مزدوروں کے بچوں کو تعلیمی سہولیات فراہم کرنا ہے متعلقہ اضلاع میں ضلع جہلم بھی شامل ہے۔ ان ADP schemes کی تفصیل درج ذیل ہے:

Title of Scheme	Approved Cost	Major Components	Allocation for 2013-14
Elimination of Bonded Labour in Brick Kilns in Lahore & Kasur (2008-14)	Rs. 123.367 Million	Establishment of 200 non-formal schools at brick kilns for 7000 children. Distribution of	Rs. 17.017 Million

		Rs. 40 M as interest free loans to 4500 workers. Registration of 13000 workers with NADRA.	
Combating Worst Forms of Child Labour in Jhang, Layyah, Chakwal & Jhelum (2011-16)	Rs. 180.832 Million	Establishment of 120 non-formal schools for 4200 children engaged in worst forms of child Labour. Establishment of 160 Adult Literacy cum Skills Training Centres for 4000 children. Provision of micro credit to the families of children enrolled at NFE Centres.	Rs. 9.912 Million
Extension of Elimination of Bonded Labour in 4 districts of Punjab including Gujrat, Faisalabad, Sargodha & Bahawalpur (2012-18)	Rs. 196.987 Million	Establishment of 200 NFE Centres at brick kilns for 6000 children. Facilitation to get CNICs for 7000 workers. Interest free micro credit. Health and hygiene Camps for brick kiln workers	Rs.10.071 Million.

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! جز (ج) میں جو جواب دیا گیا ہے کہ جنوری 2011 سے مارچ 2013 تک چائلڈ لیبر ایکٹ مجریہ 1991 کے تحت ڈسٹرکٹ لیبر آفس جہلم نے 49 چالان مجاز عدالتوں میں دائر کئے۔ آگے جز (د) میں انہوں نے تھوڑا جواب بھی دیا ہوا ہے۔ میں اس کو elaborate کرنا چاہوں گی اور ان سے پوچھنا چاہوں گی کہ چالان کے بعد طریق کار ہے کہ جرمانہ کیا جاتا ہے تو کیا جرمانے کے بعد بھی اگر کوئی اس سے منع نہیں ہوتا تو کیا اس کے لئے کوئی سزا بھی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! آرڈیننس میں سزا اور جرمانہ بھی ہے لیکن عدالتوں نے ان 49 کیسوں میں صرف جرمانے کئے ہیں اور سزا نہیں دی۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! جز (د) میں انہوں نے میرے شہر جہلم کے لئے

Combating Worst Forms of Child Labour in Jhang, Layyah, Chakwal & Jhelum.

لکھا ہے اور پھر آگے لکھا ہے کہ:

Establishment of 120 non-formal schools for 4200 children engaged in Worst Forms of Child Labour.

تو kindly مجھے بتادیں کہ جہلم میں اس وقت کتنے non-formal school ہیں اور کتنے بچے ان سے مستفید ہو رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! اس میں ہم نے overall report submit کی ہے۔ اگر یہ specifically جہلم کا مجھ سے پوچھنا چاہتی ہیں تو یہ question put کر دیں میں ان کو proper اس کی detail جہلم کے حوالے سے دے دوں گا۔ ہم نے جو پراجیکٹ شروع کیا تھا تو یہ پورے پراجیکٹ کی detail ہے۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! میرا سوال specifically جہلم پر ہی ہے۔ Kindly یہ مجھے اس پر guide کر دیں۔ ان کو تھوڑا بہت تو knowledge ہونا چاہئے کہ کہاں پر کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے لیہ، چکوال اور جہلم کی تفصیل دے دی ہے اور ساتھ worst forms بھی لکھا ہے۔

جناب سپیکر: جز (ج) میں ان کا specifically جہلم کے بارے میں سوال ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! میں یہاں بتاتا چلوں کہ جز (ج) کا جواب جو جہلم کے حوالے سے تھا وہ دے دیا گیا ہے۔ جز (د) میں انہوں نے پورے پنجاب کے حوالے سے پوچھا ہے تو ہم نے یہ رپورٹ اس کے حوالے سے submit کی تھی۔ اگر یہ پھر بھی جہلم کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہیں حالانکہ یہ fresh question بنتا ہے لیکن میں بتا دیتا ہوں کہ 30 سکول اب تک establish کئے جا چکے ہیں۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! with due respect چونکہ میرا تعلق ہی جہلم سے ہے اور یہ چیزیں میرے علم سے باہر نہیں ہیں۔ میں کیسے کہوں کہ یہ 30 سکول کہہ رہے ہیں لیکن on ground کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں پھر وہی بات آ جاتی ہے کہ ہمارے سوالات کے غلط جوابات دیئے جا رہے ہیں۔ Kindly محکموں کو اتنا تو instruct کیا جائے کہ جو on ground ہے وہ بتائیں۔ میں پھر وہی بات کروں گی اور بار بار کروں گی کہ جواب غلط ہے۔ آگے پھر انہوں نے لکھا ہے کہ:

Establishment of 160 Adult Literacy cum Skills Training Centres for 4000 children. Provision of micro credit to the families of children enrolled at NFE Centres.

یہ ٹریننگ سنٹرز کہاں پر ہیںkindlyیہ مجھے بتادیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل(میاں نوید علی): جناب سپیکر!یہ جو پراجیکٹ launchکیا گیا تھااس میں ایک این جی او"اخوت"ہے جس کو گورنمنٹ بھیsupportکررہی ہے۔ان سارے سنٹرز کواس این جی او کے ساتھ attachکر دیا گیا تھااور وہ ان کوfacilitateکررہی ہے۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر!آپ کے توسط سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ اس وقت یہ جو بھی بول رہے ہیں، میری تو سمجھ میں ان کا ایک جواب بھی نہیں آیا کیونکہ on groundوہاں پرas such کچھ بھی نہیں ہے۔ میرا دیہی علاقے سے تعلق ہے وہاں پر بہت زیادہ چائلڈ لیبر ہو رہی ہے۔ میں نے وہاں کوئی محکمہ دیکھا اور نہ کوئی اس طرح کیactivityدیکھی ہے۔ یہ جو کہہ رہے ہیں یہ ساری باتیں میرے تو سر سے ہی گزر رہی ہیں۔ یہ کہاں کی باتیں کر رہے ہیں، کیا یہ برطانیہ اور امریکہ کی باتیں کر رہے ہیں؟ کم از کم پاکستان اور میرے ڈسٹرکٹ میں تو یہ نہیں ہو رہا۔ میری بڑیhumble requestہے کہ جو کچھ وہاں ہو رہا ہے وہ تو بتادیں کوئی بات نہیں ہم ان سےrequestکریں گے کہ آئندہ کم از کم اس میں بہتری کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل(میاں نوید علی): جناب سپیکر!یہ سب on the recordباتیں ہیں۔ اگر ان کو وہاں کوئی چیز نظر نہیں آئی تو میں یہاں لا کر نہیں دکھا سکتا۔ یہ ساری چیزیںon groundہیں۔ یہ مجھے کوئی چیز بتادیں۔ میں نے جہلم کے 30 سکول بتائے ہیں۔ اگر ان کو تفصیل چاہئے کہ کہاں کہاں وہ سکول واقع ہیں تو یہfresh question putکر دیں میں ان کو answerدے دوں گا۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر!میںfresh questionتو کر لوں گی۔Kindlyمجھےdetailدے دیں کہ یہ سارے کام کہاں پر ہو رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل(میاں نوید علی): جناب سپیکر!ہم ان کو معائنہ کروا سکتے ہیں۔ یہ کوئیissueنہیں ہے۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! میں شکر گزار ہوں گی۔

جناب سپیکر: اگلا سوال نمبر 6572 محترمہ فائزہ احمد ملک کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال جناب امجد علی جاوید کا ہے۔ جی، جناب امجد علی جاوید!

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! سوال نمبر 4923 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سوشل سکیورٹی کے دفتر سے متعلقہ تفصیلات

*4923: جناب امجد علی جاوید: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سوشل سکیورٹی کا ضلعی دفتر گزشتہ دور حکومت میں ٹوبہ ٹیک سنگھ سے جھنگ شفٹ کر دیا گیا تھا اس کی وجوہات کیا تھیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس دفتر کے شفٹ ہونے سے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مزدوروں کے مسائل بڑھ گئے ہیں اور محکمہ کی گرفت آجروں پر کم ہو گئی ہے؟

(ج) کیا محکمہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سوشل سکیورٹی ہسپتال بنانے کا ارادہ رکھتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت وانسانی وسائل (میاں نوید علی):

(الف) یہ بات درست ہے کہ محکمہ سوشل سکیورٹی کا سب آفس پہلے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تھا جسے ضلع جھنگ میں شفٹ کر دیا گیا ہے کیونکہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں موجود 655 صنعتی اداروں میں کام کرنے والے ورکروں کی تعداد 14011 ہے جبکہ ضلع جھنگ میں موجود 758 صنعتی اداروں میں 8353 ورکر کام کر رہے ہیں، اس فرق کی وجہ سے آجر اور ورکرز کے مسائل کو حل کرنے کے لئے یعنی آجر کو کنٹری بیوشن ادا کرنے کے لئے جھنگ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ جانا پڑتا تھا اور ورکرز کو بھی سوشل سکیورٹی کارڈ بنوانے یا مالی معاملات کے لئے جھنگ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ جانا پڑتا تھا اس لئے انتظامی طور پر مسائل کے حل کے لئے دفتر جولائی 2008 سے جھنگ شفٹ کر دیا گیا ہے۔

(ب) جی نہیں! یہ بات درست نہیں کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے دفتر شفٹ کرنے سے مسائل بڑھ گئے ہیں اور نہ ہی اس سلسلہ میں محکمہ کو کسی قسم کی کوئی شکایت موصول ہوئی ہے کیونکہ وہ تمام سہولیات جو کہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ورکرز اور ایمپلائز کو مہیا تھی وہ اب بھی بدستور مل

رہی ہیں جیسا کہ ورکرز کو سوشل سکیورٹی کارڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ہی جاری ہو رہے ہیں اس کے علاوہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ اور کمالیہ کے ورکرز کو پیمنٹ بھی ان کے متعلقہ پے آفس ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ اور کمالیہ سے ہی کی جاتی ہے۔

(ج) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کام کرنے والے ورکرز کی تعداد 4011ہے جو کہ محکمہ سوشل سکیورٹی کی پالیسی کے تحت ہسپتال بنانے کے لئے ناکافی ہے اس لئے محکمہ کا فی الحال ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہسپتال بنانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔البتہ محکمہ کی جانب سے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ورکرز اور ان کے لواحقین کو طبی سہولیات کی فراہمی کے لئے ایک میڈیکل سنٹر، دو سوشل سکیورٹی ڈسپنسریاں اور چار سوشل سکیورٹی ایمرجنسی سنٹر قائم کئے گئے ہیں جن میں ورکرز اور ان کے لواحقین کو مفت ادویات اور علاج معالجہ کی سہولیات میسر ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! جز(الف) کا جواب آیا ہے کہ یہ بات درست ہے کہ محکمہ سوشل سکیورٹی کا سب آفس پہلے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تھا جسے ضلع جھنگ میں شفٹ کر دیا گیا ہے کیونکہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں موجود 655 صنعتی اداروں میں کام کرنے والے ورکروں کی تعداد 14011 ہے جبکہ ضلع جھنگ میں موجود 758 صنعتی اداروں میں 8353 ورکرز کام کر رہے ہیں، اس فرق کی وجہ سے آجر اور ورکرز کے مسائل کو حل کرنے کے لئے یعنی آجر کو کنٹری بیوشن ادا کرنے کے لئے جھنگ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ جانا پڑتا تھا اور ورکرز کو بھی سوشل سکیورٹی کارڈ بنوانے یا مالی معاملات کے لئے جھنگ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ جانا پڑتا تھا اس لئے انتظامی طور پر مسائل کے حل کے لئے دفتر جولائی 2008 سے جھنگ شفٹ کر دیا گیا ہے۔ میں آپ کے توسط سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ 14011 لوگوں کو زیادہ تکلیف ہو گی یا 8353 کو زیادہ تکلیف ہو گی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! 4011 تعداد ہے یہاں typing mistake ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر: جز(ج) میں صحیح لکھا گیا ہے۔ اس کو clerical mistake سمجھ لیں۔ اب آپ کوئی اور سوال کر لیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! جز(ب) میں کہا گیا ہے کہ جی نہیں یہ بات درست نہیں کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے دفتر شفٹ کرنے سے مسائل بڑھ گئے ہیں۔ اگر جھنگ کے لوگوں کو ٹوبہ ٹیک سنگھ آنے میں مسائل ہیں تو کیا ٹوبہ ٹیک سنگھ کے لوگوں کو جھنگ جانے میں مسائل نہیں ہیں؟ یہاں ایک دفتر کام کر رہا تھا۔

جناب سپیکر: ان کی کوئی تعداد ہے؟

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! پھر پہلے کیوں بنایا تھا؟ کیا پہلے تعداد زیادہ تھی، تعداد بڑھتی ہے یا کم ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: ہو سکتا ہے کہ کوئی فیکٹری بند ہو گئی ہو۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! کوئی فیکٹری بند نہیں ہوئی۔ جس کا چائلڈ لیبر ہوتا ہے وہ اس طرف چلا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! ان کی بات سنیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! میں یہ یہاں پر وضاحت کرتا چلوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جھنگ میں ایک علیحدہ دفتر تعمیر کیا گیا ہے جو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دفتر تھا وہ آج بھی working position میں ہے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ اور اس سے ملحقہ لوگ اسی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے دفتر سے facilitate ہو رہے ہیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! انہوں نے جواب میں لکھا ہے کہ دفتر شفٹ کر دیا گیا ہے۔ اب یہ جھوٹ ہے یا جو معزز پارلیمانی سیکرٹری کہہ رہے ہیں وہ جھوٹ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! میرے قابل دوست حلقے میں جا کر دیکھیں کہ وہ دفتر شفٹ ضرور کیا گیا ہے لیکن جو ٹوبہ ٹیک سنگھ والا دفتر تھا وہ آج بھی وہاں پر قائم ہے اور وہاں پر workers proper facilitate ہو رہے ہیں جبکہ جھنگ میں ایک علیحدہ سے set up بنایا گیا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! یہ دفتر کسے کہتے ہیں جبکہ وہاں پر جو افسر اور عملہ موجود تھا وہ شفٹ ہو گیا ہے اور اس دفتر کی working بند ہو گئی تو یہ پھر کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر دفتر وہاں پر موجود ہے تو پھر شفٹ کیا چیز ہوئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! آج بھی وہاں پر hospital treat ہو رہا ہے وہاں پر ایک گریڈ 16 کا سوشل سکیورٹی آفیسر اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ اگر آج یہ چاہیں تو میں ان کو وہاں لے جاکر دورہ کروا سکتا ہوں کہ وہاں کے ملحقہ جو لوگ مریض ہیں یا جو لیبر ہے وہ وہاں سے facilitate ہو رہی ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں نے ہسپتال کی بات ہی نہیں کی ہے میں نے تو اس دفتر کی بات کی ہے۔ یہ اگلے صفحے میں یہ بات کہہ رہے ہیں کہ ہم ہسپتال بنا ہی نہیں سکتے، وہاں پر جس ہسپتال کی یہ بات کر رہے ہیں وہ تو وہاں موجود ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! ان کا وہاں پر میرے خیال میں sub office ہو گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! آج بھی وہاں پر دفتر ہے اور وہاں پر proper working ہو رہی ہے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میرا سوال گزر گیا ہے میں نے بات کرنی تھی۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ موجود نہیں تھیں میں نے آپ کو call کیا تھا۔ آپ اب اس طرح کی بات نہ کریں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میں ٹریفک کی وجہ سے late ہو گئی ہوں۔

جناب سپیکر: محترمہ! وہ آپ کی بات ٹھیک ہے۔ آپ کا آگے بھی سوال آ رہا ہے۔ ایک تو ختم ہو گیا ہے اس سے آگے بھی آ رہا ہے۔ جی، میاں صاحب! آپ ضمنی سوال کریں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس دفتر میں سہولیات مل رہی ہیں تو پہلے کون سی سہولیات تھیں کہ اتنے سالوں تک وہاں پر دفتر قائم رہا وہ عملہ جو وہاں سے شفٹ کیا گیا ہے وہ وہاں کیا سہولیات فراہم کرتا رہا تھا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! سہولیات دفتر سے نہیں ہسپتال سے ملتی ہیں کیونکہ یہ سوشل سکیورٹی کا ایک ادارہ ہے۔ دفتر کے مسائل وغیرہ officers rank کے لوگ deal کرتے ہیں تو میں یہاں یہ further information بتاتا چلوں کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں چار ایمرجنسی سنٹرز، دو ڈسپنسریاں اور ایک میڈیکل سنٹر بھی وہاں پر کام کر رہا ہے جہاں سے تمام مریضوں کو فائدہ ہو رہا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میرے دوست پھر اس طرف چلے جاتے ہیں میں یہ بات نہیں کر رہا ہوں کہ وہاں پر ڈسپنسریاں نہیں ہیں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ وہ دفتر کس مقصد کے لئے بنایا جاتا ہے اور وہ کیا مسائل حل کرتا ہے اگر وہ دفتر وہاں سے شفٹ ہو گیا ہے تو وہ مسائل کہاں حل ہوتے ہیں، یا پھر دفتر بند کر دیں جب اس کا کوئی کام ہی نہیں ہے وہ جھنگ میں بھی بند کر دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت وانسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا تھا کہ جہاں پر وہ دفتر شفٹ کیا گیا ہے وہاں پر ورکرز کی تعداد زیادہ تھی، وہاں پر زیادہ ضرورت تھی۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں گریڈ16 کے آفیسرز مسائل سنتے ہیں اور اس کے بعد تمام مسائل کو compile کر کے ان کا جو بھی حل ہوتا ہے وہ دے دیا جاتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ میرے دوست اس میں سے کیا نکالنا چاہ رہے ہیں، میں اس کا مکمل جواب دے چکا ہوں کہ یہ سوشل سکیورٹی کے جو ہسپتال ہیں اس سے related ایک ادارہ ہوتا ہے اور اس کے related مسائل ہوتے ہیں، ان سب کا ہیڈ آفس تو پھر لاہور میں ہے اگر یہ سارے مسائل وہاں پر حل کرنا چاہتے ہیں پھر اس کا تو حکومت کچھ نہیں کر سکتی ہے۔ یہ سارے معاملات area wise چلتے ہیں جو ٹوبہ ٹیک سنگھ اور اس سے ملحقہ علاقہ کے مسائل ہیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں ان سے صرف اپنی عوام کی چھینی گئی سہولت واپس چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! وہ طریق کار اور ہے۔ یہ طریقہ نہیں ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں وہ سہولت واپس چاہتا ہوں اور میں اس میں سے کچھ نہیں نکالنا چاہتا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ سہولت کیوں عوام سے چھینی گئی ہے۔ کیا وہاں کے اس وقت جو نمائندے تھے۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! جو سہولت چھینی گئی ہے اس کو واپس کروانے کا طریق کار اور ہے، یہ طریقہ نہیں ہے۔ آپ اس طریقے سے چلیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! چلیں، جو پھر طریقہ ہے وہ یہ بتا دیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ خود جانتے ہیں۔ آپ کا ADP آئے گا اس میں آپ اپنی کوشش کریں اور اپنی درخواست دیں۔ یہاں پر آپ اپنے سوال کا جواب لے رہے ہیں یہ تو بات ٹھیک نہیں ہے۔ محترمہ! اگلا سوال آپ کا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میرا اس سوال کے جز (ج) کے بارے میں ضمنی سوال ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ورکرز کی تعداد کافی نہیں ہے تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ورکرز کی تعداد کتنی ہو جس پر محکمہ ہسپتال بنانے کا فیصلہ کرتا ہے اس کی yard sticks کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت وانسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کو یہ تفصیل بتا دیتا ہوں کہ یہ ادارے کے لحاظ سے ایک proper detail ہے کہ ایمر جنسی سنٹر کے لئے کم از کم اڑھائی سو رجسٹرڈ لیبر، ڈسپنسری کے لئے ساڑھے سات سو، میڈیکل سنٹر کے لئے پندرہ سو، 25 بستروں پر مشتمل ہسپتال کے لئے پانچ ہزار، پچاس بستروں کے لئے دس ہزار اور سو بستروں پر مشتمل ہسپتال کے لئے 25 ہزار لیبر رجسٹرڈ ہونا ضروری ہے یہ حکومت کا criterion ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں نے وہاں ورکر ویلفیئر بورڈ کا ایک سکول بنانے کے لئے request کی ہے یہ کوئی تین یا چار ماہ پہلے study ہوئی ہے، وہاں اس study میں محکمے نے ساڑھے آٹھ ہزار لیبر دی ہے، اب کس چیز کو ہم درست مانیں اور کس کو غلط مانیں۔ پھر وہی بات ہو گی کہ جواب غلط دیا جا رہا ہے پھر تو میں یہی کہہ سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! جی، وہ ساڑھے آٹھ ہزار لیبر کی بات کر رہے ہیں۔ جو بات یہ کہہ رہے ہیں اس کی آپ کے پاس کوئی تفصیل ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت وانسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! نہیں، ایسی کوئی چیز نہیں ہے یہ جو میں نے آپ کو criterion بتایا ہے اس کے مطابق جہاں جہاں بھی پورے پنجاب میں لیبر رجسٹرڈ ہے وہاں پر facilities دی جا رہی ہیں۔ اگر وہاں پر کوئی ایسی چیز نہیں ہے تو وہاں پر labour رجسٹرڈ نہیں ہو گی۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میرے پاس ڈیپارٹمنٹ کا لیٹر ہے وہ میں next time House میں لا کر پیش کر دوں گا تاکہ پھر بعد میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب پورے ایوان میں اس کو بیان کریں گے تو پھر کیا ہو گا جو غلط ہو گا؟

جناب سپیکر: میاں صاحب! چلیں، آپ لے آئیں پھر ہم بھی دیکھ لیں گے۔ اگلا سوال محترمہ فائزہ احمد ملک کا ہے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! سوال نمبر 6573 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب آرٹس کونسل سے متعلقہ تفصیلات

*6573: **محترمہ فائزہ احمد ملک:** کیا وزیر اطلاعات وثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب آرٹس کونسل کے تحت کتنی آرٹ کونسلز کہاں کہاں چل رہی ہیں؟

(ب) پنجاب آرٹس کونسل کی آمدن کے ذرائع کیا ہیں؟

(ج) پنجاب آرٹس کونسل کے کل ملازمین کی تعداد کتنی ہے؟

(د) پنجاب آرٹس کونسل صوبہ میں آرٹ کی ترقی و ترویج کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد):

(الف) پنجاب آرٹس کونسل کے تحت 9 آرٹس کونسلز چل رہی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ راولپنڈی آرٹس کونسل، راولپنڈی
2۔ مری آرٹس کونسل، مری
3۔ فیصل آباد آرٹس کونسل، فیصل آباد
4۔ گوجرانوالہ آرٹس کونسل، گوجرانوالہ
5۔ بہاولپور آرٹس کونسل، بہاولپور
6۔ ڈی جی خان آرٹس کونسل، ڈی جی خان
7۔ ملتان آرٹس کونسل، ملتان
8۔ ساہیوال آرٹس کونسل، ساہیوال
9۔ سرگودھا آرٹس کونسل، سرگودھا۔

(ب)

1۔ صوبائی حکومت کی طرف سے مہیا کردہ امدادی گرانٹ۔

2۔ کونسلوں کی اپنی سرگرمیوں سے حاصل شدہ آمدن جیسے کہ ڈرامہ کے سکرپٹ کی پڑتال کی فیس، آڈیٹوریم کا کرایہ اور فائن آرٹس کلاسز سے حاصل شدہ آمدن۔

(ج) پنجاب آرٹس کونسل میں اس وقت کل 190 ملازمین ہیں۔

ہیڈ آفس	ڈویژنل آرٹس کونسل	کل تعداد
79	111	190

(د) پنجاب آرٹس کونسل صوبہ میں آرٹ کی ترقی و ترویج کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کر رہی ہے:

1۔ آرٹ کے جملہ شعبہ جات بشمول ڈرامہ، فائن آرٹس، ادبیات اور موسیقی کے پروگرام

2۔ عوام کی آرٹ سے آگاہی کے لئے مختلف کلاسز کا اہتمام

3۔ پنجاب آرٹس کونسل نوجوان نسل کو ادب اور ثقافت سے روشناس کروانے کے لئے سکولوں میں فائن آرٹس کی ورکشاپ، مصوری کے مقابلے، ڈرامے اور تقریری مقابلوں کا اہتمام کرتی ہے۔
4۔ مشہور ادبی شخصیات کے لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے جس سے مکالمہ کی فضا پیدا ہوتی ہے۔
5۔ مشہور پینٹرز کے فن پاروں کی نمائش کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں پاکستانی ثقافت کو اجاگر کیا جاتا ہے۔
6۔ تمام آرٹس کونسل میں مشاعروں کا اہتمام کیا جاتا ہے جہاں مقامی ادبی فضا کے ساتھ وفاقی سوچ کو فروغ ملتا ہے اور ہم آہنگی کی فضا اور ملی سوچ پیدا ہوتی ہے۔
7۔ سال بھر موسیقی کے ذریعے سوفٹ کلچر اور برداشت کا کلچر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس کے لئے کلاسیکی، نیم کلاسیکی، فوک اور غزل گائیکی کے پروگرام مفت تفریح کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں تاکہ صحت مندانہ سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہو۔
8۔ اسلام آباد کے لوک ورثہ میلہ میں صوبہ پنجاب کی طرف سے فنکاروں اور دستکاروں کے کام کی نمائش کے ذریعے سے شرکت۔
9۔ پنجاب فلوٹ کی تیاری اور اسلام آباد میں 23۔مارچ کو ہونے والی پریڈ میں صوبائی نمائندگی کرنا۔
10۔ ادب کے فروغ کے لئے اور کتاب کلچر کی حوصلہ افزائی کے لئے کتابوں کی رونمائی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
11۔ نادار اور بیمار فنکاروں کی مدد کے لئے آرٹس سپورٹ فنڈ کے لئے سفارشات تیار کی جاتی ہیں اور درست استحقاق کا تعین کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میرا اس میں ضمنی سوال یہ ہے کہ پنجاب آرٹس کونسل کی آمدنی کے sources کے بارے میں انہوں نے جو تفصیل بتائی ہے۔ میں آپ کی اجازت سے یہ ضمنی سوال کرنا چاہوں گی، میرے سننے میں یہ آیا ہے کہ آرٹس کونسل کے کسی بھی ہال کو book کروانے کی فیس میں اچانک تین گنا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! سننے میں آیا ہے۔ Hearsay is not valid evidence آپ کے پاس اگر کوئی ثبوت ہے تو وہ مجھے بتائیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! Evidence یہ ہے کہ جب کسی کو hall book کروانے کے لئے بھیجا جائے تو پہلے اگر پانچ ہزار روپے فیس تھی تو اب بیس ہزار روپے سے زیادہ ہے تو میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ اچانک پنجاب آرٹس کونسل کی فیس اتنی زیادہ کیوں کر دی گئی ہے؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! بتادیجئے کیونکہ مہنگائی کا زمانہ ہے یہ بھی کیا کریں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! جو میری بہن کا ضمنی سوال ہے، اس ضمن میں عرض ہے کہ rent کی مد میں ہم نے فیسوں میں اضافہ نہیں کیا ہے۔ ایک شو کے ہم پندرہ ہزار روپے لیتے ہیں اور وہی ہمارا source of income ہے جو کہ انہوں نے پوچھا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ان کو یہ بالکل ensure کرواتا ہوں کہ ہم نے rent میں اضافہ نہیں کیا ہے جو ہمارا سکرپٹ کا ریٹ ہے وہ بھی دس ہزار روپے ہے۔ اس میں سے 5 ہزار روپے جو ممبر ہیں ان کو دے دیتے ہیں تو قیمتوں میں as such کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے ابھی یہ کہا ہے کہ فیسوں میں اضافہ نہیں کیا گیا ہے لیکن میں نے آپ کو ابھی personally عرض کیا تھا کہ ہم ایک یادو functions کرواتے رہتے ہیں۔ ہم politically بھی اور ویسے بھی functions کرواتے رہتے ہیں تو ان functions کے لئے جب ایک عام آدمی جاتا ہے تو جو حکومتی ایم پی اے یا ایم این ایز ہیں ان کو تو شاید کوئی رعایت ہو لیکن جو عام لوگ ہیں وہ وہاں پر پچیس ہزار روپے تک rent pay کر رہے ہیں۔ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ انہوں نے کرایہ بڑھایا نہیں ہے، وہ بڑھا بھی ہے اور پھر یہ کہ جو اس کی حالت ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے کہ اگر اتنی زیادہ آمدنی ہے، ہم اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی جانتے ہیں کہ ہر وقت وہ hall book ہوتے ہیں، وہ خالی نہیں ہوتے تو میرا خیال ہے کہ جو maintenance ہے وہ تو کم از کم ہونی چاہئے اور wash rooms کی حالت آپ دیکھ لیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کس کی بات کر رہی ہیں؟

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میں پنجاب آرٹس کونسل کی بات کر رہی ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! ہماری پورے پنجاب میں 9 آرٹس کونسلز ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وہ 9 آرٹس کونسلز تو آپ نے جواب میں لکھ کر دی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ گوجرانوالہ میں نئی آرٹس کونسل بن رہی ہے اور وہ آخری مراحل میں ہے۔ الحمدللہ وہاں پر وہاں کی عوام کی رائے کے مطابق نئی آرٹس کونسل بن رہی ہے اسی طرح سرگودھا میں آرٹس کونسل آخری مراحل میں ہے۔ راولپنڈی میں بھی ہماری دو آرٹس کونسلز ہیں اور وہ ہال ماشاء اللہ خوبصورت ہیں، وہاں پر functions بھی ہوتے ہیں اور جو awareness کے لئے functions ہوتے ہیں ان کی مد میں rent نہیں لیا جاتا۔ اس کے بعد مری میں آرٹس کونسل ہے الحمدللہ مری ہمارا ایک ایسا پوائنٹ ہے جہاں پر دور دراز سے لوگ سفر کر کے آتے ہیں تو الحمدللہ ہم نے وہاں پر 17 کروڑ روپے سے نئی آرٹ کونسل بنائی ہے۔ ہم ان حالات میں بھی جبکہ دہشت گردی عروج پر ہے اپنے کلچر کو promote کرنا چاہتے ہیں۔ الحمدللہ وہاں پر وزیراعلیٰ نے نئی آرٹ کونسل بنائی ہے اور ہم نے 3D سینما convert کیا ہے تاکہ وہاں پر tourists کو اچھے طریقے سے facilitate کر سکیں۔ اسی طرح فیصل آباد، ملتان، بہاولپور اور ڈی جی خان میں ہمارے پروگرام daily basis پر ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ گورنمنٹ کے ایم پی اے اور دوسرے ایم پی اے صاحبان کے حوالے سے رعایت کی جو بات کر رہی ہیں، کیا اس میں کوئی تفریق ہے یا ایسی کچھ بات ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! اس میں as such کوئی ایسا rule ہے اور نہ تفریق ہے۔ میری بہن اس حوالے سے میرے علم میں لائیں تو ہم اُس پر انشاء اللہ action بھی لیں گے۔ ایک پروگرام 15 ہزار روپے کا ہے جس میں reduction تو ہو سکتی ہے لیکن اس سے اضافی کوئی لے سکتا ہے اور نہ ایسا کچھ ہے۔ اگر کوئی سپیشل کیس ہے تو مجھے بتائیں انشاء اللہ ہم اُن کے خلاف ضرور action لیں گے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال میاں محمد رفیق کا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! On his behalf.

جناب سپیکر: جی، وہ خود آ گئے ہوں گے۔ آپ کیا کر رہے ہیں؟

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! وہ نہیں آ رہے۔

جناب سپیکر: کیا جان بوجھ کر آپ اُن کو چھوڑ کر آئے ہیں؟

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! انہیں ہسپتال جانا تھا اس لئے وہ مجھے کہہ کر گئے تھے۔

جناب سپیکر: جی، سوال نمبر بولیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! سوال نمبر 6302 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔(معزز ممبر نے میاں محمد رفیق کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد میں سوشل سکیورٹی میڈیکل کالج کے قیام سے متعلقہ تفصیلات

*6302: میاں محمد رفیق: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے فروری 2013 میں فیصل آباد میں سوشل سکیورٹی میڈیکل کالج بنانے کی منظوری دی تھی جس کا افتتاح بھی وزیر اعلیٰ پنجاب نے مارچ 2013 میں اپنے دست مبارک سے فرمایا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ بالا میڈیکل کالج کے قیام پر 232 ملین روپے کی خطیر رقم خرچ کی گئی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچنے سے پہلے ختم کر دیا گیا اس رقم کے ضیاع کا کون ذمہ دار ہے؟

(د) وزیر اعلیٰ سے منظوری اور افتتاح کے باوجود اس عوام دوست منصوبے کو ختم کرنے سے کیا عوام کے اندر حکومت اور وزیر اعلیٰ کی ساکھ مجروح نہیں ہوئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت وانسانی وسائل (میاں نوید علی):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ مذکورہ بلڈنگ برائے میڈیکل کالج کی تعمیر کے لئے 180.51 ملین کا تخمینہ لگایا گیا تھا جبکہ میڈیکل کالج کی عمارت کی تعمیر ورد و بدل اور اضافہ میں تا حال 73.03 ملین صرف ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہسپتال کی توسیع پر مبلغ 52.1 ملین صرف کئے گئے ہیں۔

(ج) یہ تاثر قطعاً ٹھیک نہیں ہے۔ فی الوقت فیصل آباد اور اس کے قریبی اضلاع میں زچہ بچہ کے علاج کے لئے سر شار سہولیات موجود نہ ہیں جس کے باعث بیشتر اوقات کارکنان اِس سہولت کے حصول کے لئے پرائیویٹ ہسپتالوں کا رخ کرتے ہیں اور بعد ازاں اس کا مالی بوجھ ادارہ ہذا کو اٹھانا پڑتا ہے لہٰذا مذکورہ صورتحال اور مزدوروں کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ادارہ ہذا کی گورننگ باڈی نے میڈیکل کالج کی بجائے مذکورہ بلڈنگ میں میٹرنل نیوبورن اور چائلڈ ہیلتھ سنٹر (MNCH) کے قیام کی منظوری دی جو کہ ادارہ ہذا کی طرف سے ایک خوش آئند قدم ہے اور مزدوروں کے لئے ہر لحاظ سے فائدہ مند ہے۔

(د) یہ تاثر بھی قطعاً ٹھیک نہیں ہے کہ مذکورہ MNCH کا فیصل آباد میں قیام مزدوروں کی فلاح اور بہبود کے لئے ایک مثبت قدم ہے اور حکومتِ پنجاب کی پالیسی کی روح کے عین مطابق ہے۔ مزدور اِس ملک کا اہم حصہ ہیں اور اُن کو زندگی کی بہترین سہولیات مع علاج معالجہ تعلیم حاصل ہونی چاہئیں؟

ادارہ ہذا اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھاتے ہوئے مزدوروں کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں معاون ہے اور اس کے ساتھ ساتھ علاج معالجہ کی بہترین سہولیات بھی مہیا کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! سوال یہ تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے فروری 2013 میں فیصل آباد میں سوشل سکیورٹی میڈیکل کالج بنانے کی منظوری دی تھی جس کا افتتاح بھی وزیر اعلیٰ پنجاب نے مارچ 2013 میں اپنے دستِ مبارک سے فرمایا تھا۔ میں آپ کے توسط سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ افتتاح کی جب تقریب ہوتی ہے تو اس میں کچھ اخراجات ہوتے ہیں۔ افتتاح کی اس تقریب پر محکمے کے کتنے اخراجات ہوئے تھے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اخراجات کے بارے میں بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! یہ کس چیز کے اخراجات پوچھ رہے ہیں، ذرا repeat کر دیں؟

جناب سپیکر: ویسے یہ بات بنتی نہیں ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں بتاتا ہوں۔

جناب سپیکر: جب آپ نے سوال دیا تھا اُس وقت ہی یہ پوچھ لیتے تو زیادہ بہتر تھا۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں اگلے جز کی طرف آنا چاہتا تھا اس لئے میں نے پہلے یہ سوال کیا تھا۔ انہوں نے جز(ب) میں یہ کہا ہے کہ یہ درست نہ ہے۔ میں کہوں گا کہ اس سے بڑا جھوٹ کوئی نہیں ہے۔ ان کے بورڈ کی میٹنگ ہوئی ہے اُس میں محکمہ نے لکھا ہے کہ 232 ملین روپے اس پر خرچ کر دیئے ہیں۔ [******] ایک وزیراعلیٰ کسی منصوبے کا افتتاح کرتا ہے، اُس کی منظوری دیتا ہے تو وہ ایسے ہی کاغذوں میں یا ہوا میں نہیں ہو جاتی۔ پنجابی کی ایک کہاوت ہے کہ "لا گی آں لاگ لے لینا بھاویں جاندیاں رنڈی ہو جائے" کمیشن وصول ہو جاتے ہیں یعنی 232 ملین روپے پر کمیشن وصول کر لئے گئے ہوں گے۔

جناب سپیکر: یہ کس طرح کے الفاظ آپ نے استعمال کر دیئے ہیں؟ ان کے غیر پارلیمانی الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! 232 ملین جو اس قوم کے ٹیکس کا پیسا ضائع ہوا ہے یہ سارا جواب جھوٹ پر مبنی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ یہ اتنا بڑا scam ہے کہ اس پر ایک کمیٹی درکار ہے۔ متعلقہ کمیٹی کو یہ سوال سپرد کیا جائے جو اس کی انکوائری کرے کہ وزیراعلیٰ کو اتنا بڑا دھوکا کیوں دیا گیا کہ انہوں نے ایک منصوبہ announce کیا، پھر اُس کا افتتاح کیا اور اس کے بعد وہ راتوں رات منصوبہ ہی ختم ہو گیا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت وانسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے بھائی نے 232 ملین کی بات کی ہے تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ باقی وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی بات کا تعلق ہے تو [******] کیونکہ وہ الحمدللہ بہت بڑے قائد ہیں۔ وہ خود ہی افتتاح کرتے ہیں اور اس کی تکمیل بھی وہ خود ہی کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، غیر پارلیمانی الفاظ حذف کئے جاتے ہیں۔ آپ سب کو احتیاط کرنی چاہئے اور اپنی زبان کو کنٹرول کیجئے۔ This is not good for you.

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! میں اس سوال کے جواب کے حوالے سے یہ بتاتا چلوں کہ وہاں پر میڈیکل کالج کے قیام کے لئے وزیر اعلیٰ نے بالکل منظوری دی تھی لیکن وہاں پر already میڈیکل کالج کام کر رہے ہیں جبکہ زچگی کے مسائل اور دیگر facilities تھیں اُن کو ذہن میں رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ صاحب کی approval سے یہ سارا پراجیکٹ convert کر دیا گیا۔ وہاں پر میٹرنل نیوبورن اور چائلڈ ہیلتھ سنٹر کے نام سے ایک نیا ادارہ قائم کیا گیا جو خصوصی طور پر لیبر کی جو خواتین تھیں اُن کو facilitate کرنے کے لئے 100 بیڈز کا ہسپتال کام کر رہا ہے اور اسی پراجیکٹ میں مزید توسیع کرتے ہوئے 150 بیڈز مزید جون تک working میں آ جائیں گے جو Chest, TB اور کینسر وغیرہ کے مسائل کو deal کریں گے اس لئے لیبر کے لئے یہ facility جو زچگی کی تھی اس کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے اس پراجیکٹ کو وہاں convert کر دیا ہے کیونکہ میڈیکل کالج already کافی زیادہ working میں ہیں۔ فیصل آباد میں 35 بیڈز تھے اور زچگی کے سارے معاملات چل رہے تھے۔ اس کے بعد یہ دوسرا بڑا پراجیکٹ چائلڈ ہیلتھ سنٹر کے نام سے ہے جو وہاں پر working کر رہا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! یہ بات وزیر اعلیٰ کے علم میں ابھی آئی ہے۔ معزز پارلیمانی سیکرٹری فرما رہے ہیں کہ یہ وزیر اعلیٰ کی منظوری سے ختم کیا گیا ہے۔ آپ محکمے کا ظلم دیکھیں کہ منصوبہ ختم ہو چکا تھا اور اس کو بدل دیا گیا تھا اور وزیر اعلیٰ نے پچھلے Labour Day پر اپنے خطاب میں فرمایا کہ ہم فیصل آباد میں یہ میڈیکل کالج مزدوروں کے لئے قائم کر رہے ہیں۔ اس وقت تک بھی ان کے علم میں نہیں تھا اور غالباً آج بھی نہیں ہو گا اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ scam ہے اس کے پیچھے ایک story ہے۔ وہ جو محکمہ کی بلڈنگ ہے شاید وہ اربوں روپے کی ہو گی۔ وہ کسی پرائیویٹ ادارے کو ملی بھگت کے ساتھ دے دی گئی ہے۔ اس کے پیچھے پوری ایک کہانی ہے۔ میں اس لئے چاہتا ہوں کہ اس کی انکوائری ہو۔ یہ فراڈ صرف یہاں نہیں ہو رہا۔

جناب سپیکر: یہ معاملہ سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جو اس کی رپورٹ within two month دے گی۔ اگلا سوال نمبر 6583 میاں طاہر کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال نمبر 6512 جناب محمد نعیم انور کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال ڈاکٹر نوشین حامد کا ہے۔ جی، محترمہ!

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! سوال نمبر6684 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

الحمرا آرٹس کونسل میں فنڈز کی فراہمی سے متعلقہ تفصیلات

*6684: ڈاکٹر نوشین حامد: کیا وزیر اطلاعات وثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) الحمرا آرٹ کونسل لاہور کی تزئین وآرائش کے لئے سال14۔2013 میں کتنا فنڈز دیا گیا؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ فنڈز دینے کے باوجود الحمرا آرٹ کونسل کے ہالز، رومز اور واش رومز کی حالت انتہائی خراب ہے؟

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت الحمرا آرٹ کونسل کے ان افسران واہلکاران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جنہوں نے کام تسلی بخش نہیں کروایا اور فنڈز میں خُورد بُرد کی، اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد):

(الف) سال14۔2013 میں الحمرا آرٹ کونسل کی تزئین وآرائش کے لئے حکومت پنجاب کی جانب سے کوئی ترقیاتی فنڈ جاری نہ کیا گیا تھا۔ البتہ 15۔2014 میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک الگ سمری پر الحمرا کے واش رومز کی تزئین وآرائش کے لئے پچیس لاکھ روپے کی ضمنی گرانٹ منظور کی جو مئی2015 میں جاری کی گئی۔ سال15۔2014 میں الحمرا آرٹس کونسل کے41واش رومز جو الحمرا ہال نمبر1، 2اور3 بیک اسٹیج، ادبی بیٹھک، ایڈمن بلاک وغیرہ میں موجود ہیں، کی مکمل نئے سرے سے تزئین وآرائش کی گئی جس پر مجموعی طور پر 8,129,428 روپے کے اخراجات آئے۔ حکومت پنجاب کی25لاکھ کی گرانٹ کے علاوہ مبلغ۔/5,629,428روپے لاہور آرٹس کونسل نے اپنی آمدن میں سے پورے کئے۔ ان تمام امور کی انجام دہی ملک کے نامور آرکیٹیکٹ نیئر علی دادا کی نگرانی میں تمام codal formalities مکمل کرنے کے بعد کی گئی اور کنٹریکٹر کوادائیگی بھی نیئر علی دادا کی clearance کے بعد کی گئی۔

(ب) الحمرا آرٹس کونسل کے ہال نمبر1اور ہال نمبر2میں سال15-2014میں تمام کرسیاں اور کارپٹ کو نیئر علی دادا کی نگرانی میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ الحمرا ہال کمپلیکس کے 41واش رومز اس وقت بین الاقوامی سٹینڈرڈ کا درجہ رکھتے ہیں۔

(ج) مفصّل جواب جز(الف وب) بالا میں بیان کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو تزئین و آرائش ہوئی ہے اس میں کرسیوں اور کارپٹ کی تبدیلی بھی کی گئی ہے تو اس میں کتنی رقم خرچ ہوئی ہے، کیا اس کا ٹینڈر کسی اخبار میں دیا گیا تھا اور کس procedure کے تحت renovation کا کام ہوا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! ہم نے تزئین و آرائش کے سوال کے جواب میں لکھ کر دیا ہے۔ اس کا ٹینڈر بھی ہوا تھا، process بھی ہوا تھا اور کافی فرموں نے participate بھی کیا تھا اس کے بعد first bidder declare ہوئی۔ ہال نمبر2 کا کام مکمل ہو چکا ہے اور ہال نمبر1 کا کام مکمل ہو رہا ہے۔ ہماری بہن مزید جو انفارمیشن لینا چاہتی ہیں وہ مجھے ضرور بتائیں ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ بات کی گئی تھی کہ وہاں پر wash rooms کی repair میں کس طرح کا کام ہوا ہے تو الحمد للہ ہم نے process بھی کیا اور PPRA Rules کے مطابق کام کیا۔ اس کو check کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ ٹینڈر کا اشتہار کس اخبار میں دیا گیا تھا، کس کو دیا گیا اور کس procedure سے دیا گیا ہے؟ ظاہر ہے کہ پہلے اخبار میں اشتہار دیا جاتا ہے۔ میں تو صرف یہ انفارمیشن لے رہی ہوں کہ کیا کام through proper procedure کیا گیا ہے، کیا اخبار میں اشتہار دیا گیا تھا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! اخبار میں اشتہار دیا گیا تھا، جنگ اخبار کے علاوہ دو تین اخبارات میں بھی آیا تھا۔ اشتہار دینے کے لئے ایک time period ہوتا ہے اس دوران وہاں پر فرمیں رابطہ کرتی ہیں، پھر pre-qualification کا process ہوا اور اس کے بعد ہم نے یہ ٹینڈر دیا تھا۔ یہ ایک process ہے جس کا ریکارڈ بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ الحمد للہ لاہور

آرٹس کونسل میں دور دراز سے لوگ بھی آتے ہیں، وہاں پر functions بھی ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملک کا بالخصوص پنجاب کا culture promote کرنے میں لاہور آرٹس کونسل کا ایک کلیدی کردار ہے۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! میں جواب سے مطمئن نہیں ہوں اور مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ معزز پارلیمانی سیکرٹری کیا بتا رہے ہیں؟

جناب سپیکر: سمجھ تو آپ کو آنی چاہئے اور انہوں نے ساری codal formalities follow کی ہیں اور اخبار میں اشتہار دیا ہے۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! میں نے اخبار کا نام پوچھا ہے کہ کون سے اخبار میں اشتہار دیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! اگر میری بہن کے پاس کوئی پوائنٹ ہے تو وہ raise کریں ہم اس کا جواب دینے کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اخبار کا بتائیں، اگر آپ کے پاس اخبار اشتہار کی اطلاع ہے تو بتائیں کہ کون سے اخبار میں کون سی تاریخ کو اشتہار دیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! سوال میں یہ تفصیل نہیں مانگی گئی بلکہ یہ پوچھا گیا تھا کہ کتنا فنڈ دیا گیا تھا جس کی تفصیل موجود ہے اور وہ دیکھی جا سکتی ہے۔ انہوں نے further process کی بات کی ہے تو میں نے عرض کیا کہ PPRA rules کے مطابق ہم نے اس کا process کیا ہے۔ اگر پھر بھی ان کے پاس کوئی بات ہے تو اسے پوائنٹ آؤٹ کر دیں۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! واش رومز کے اوپر جو پیسا خرچ کیا گیا ہے، میری انفارمیشن کے مطابق ان واش رومز کی حالت ابھی بھی درست نہیں ہے اور بہت سارے واش رومز کی repairing مکمل نہیں ہوئی ہے اس لئے معزز پارلیمانی سیکرٹری kindly review ضرور کر لیں اور دیکھ لیں۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اسے خود دیکھیں اور اگر کوئی کمی ہے تو اس کو دور کیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال نمبر6515جناب محمد نعیم انور کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔اگلا سوال میاں محمد اسلم اقبال کا ہے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! سوال نمبر 7030 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

(معزز ممبر نے میاں محمد اسلم اقبال کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ڈی جی، پی آر کے بجٹ سے متعلقہ تفصیلات

*7030: میاں محمد اسلم اقبال: کیا وزیر اطلاعات وثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ ڈی جی پی آر کا کل بجٹ کتنا تھا؟

(ب) پنجاب حکومت کے زیر سایہ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں نے اس مد میں کتنا بجٹ استعمال کیا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد):

(الف) محکمہ اطلاعات پنجاب کے سالانہ بجٹ برائے موجودہ مالی سال 2015-16 کی تفصیل درج ذیل ہے:

بجٹ برائے مالی سال 2015-16

1۔ تنخواہ و دیگر الاؤنسز کی مد میں

سالانہ بجٹ گرانٹ ۔/422233000 روپے

2۔ متفرق کی مد میں

سالانہ بجٹ گرانٹ ۔/262399000 روپے

کل بجٹ ۔/684632000 روپے

(ب) پنجاب حکومت کے زیر سایہ دوسرے محکمہ جات کے بارے میں تفصیلات متعلقہ اداروں سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ تاہم محکمہ اطلاعات پنجاب میں 31.12.2015 تک موجودہ مالی سال کے بجٹ کے استعمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

اخراجات برائے مالی سال 2015-16

1۔	تنخواہ و دیگر الاؤنسز کی مد میں اخراجات	۔/184866858 روپے
2۔	متفرق کی مد میں اخراجات	۔/138444566 روپے
	کل اخراجات	۔/323311424 روپے

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! انہوں نے بجٹ کی ساری تفصیلات دی ہیں جبکہ پوچھا یہ گیا تھا کہ بجٹ کتنا استعمال کیا گیا لیکن تفصیل میں تنخواہوں اور اخراجات کا بتایا گیا ہے اور متفرق مد میں اخراجات دیئے گئے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق کیا ہے مطلب یہ کہ تنخواہوں کے علاوہ متفرق مد کے اندر کیا کیا آتا ہے؟

جناب سپیکر: اس کے اندر سب کچھ آتا ہوگا جو کچھ بھی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! تنخواہوں کا جو بجٹ ہے اس میں تو direct تنخواہیں جاتی ہیں اور دوسرے اخراجات میں ہمارے تقریباً 73 different heads ہیں جس میں بجلی کا بل ہے، سوئی گیس کا بل ہے، گاڑیوں کی repair اور گاڑیوں کا پٹرول ہے جس کی پوری تفصیل ہم نے دی ہے۔ الحمدللہ 16-2015 میں ہم نے 15 فیصد اس میں reduction کی ہے۔ اگر 14-2013 کا بجٹ دیکھیں تو وہ اس سے زائد تھا۔ الحمدللہ وزیراعلیٰ کی direction کے مطابق ہم نے اسے اچھے طریقے سے manage کیا ہے اور اخراجات میں کمی کی ہے بلکہ میں یہ بھی ضرور بتاؤں گا کہ 15-2014 کے مطابق جو reduction ہوئی ہے یہ حکومت اور ہمارے محکمے کی دلچسپی ہے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! کتنی کمی ہوئی ہے اور کہاں پر لکھا ہوا ہے کیونکہ یہاں پر تو نہیں لکھا ہوا کہ کمی ہوئی ہے؟ دوسری بات یہ پوچھنی ہے کہ 13 کروڑ روپے کے اندر بجلی اور گیس کے بل ہیں، وہاں پر کون سی انڈسٹری یا فیکٹریاں چل رہی ہیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں عرض کر دیتا ہوں کہ 15-2014 میں یہی 26 کروڑ روپے جو ہیں 31 کروڑ روپے تھے تو ہم نے 15 فیصد اس میں reduction کی ہے اور الحمدللہ یہ ریکارڈ موجود ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب اور وزیراعلیٰ کے وژن کا عملی طور پر ایک منہ بولتا ثبوت ہے اور ہم باقاعدہ documents provide کر سکتے ہیں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میں نے بجٹ کے اندر 16-2015 کا پوچھا ہے اور اگر وہ دیا ہوا ہے کہ کمی کہاں پر ہے، مجھے دکھایا تو جائے ناں۔۔۔

جناب سپیکر: جو آپ نے پوچھا ہے اس کا جواب انہوں نے دے دیا ہے اب آپ کیا چاہتے ہیں؟

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! وہ کمی کا بتا رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جو آپ نے پوچھا تھا اس کا جواب انہوں نے دے دیا ہے۔ ضمنی سوال کا بھی جواب انہوں نے دے دیا ہے۔

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! میں نے ضمنی سوال یہ پوچھا تھا کہ یہ 13 کروڑ روپے سے کیا کیا ہے؟ انہوں نے آگے سے کہا ہے کہ ہم نے بجٹ میں کمی کر دی ہے۔

جناب سپیکر: جی، کیا کہا؟

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! میں نے پوچھا تھا کہ متفرق کی مد میں 13 کروڑ روپے لگایا گیا ہے تو یہ کس چیز پر لگایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ heads 73 ہیں اور ہم نے بجلی اور سوئی گیس کے بل دیئے ہیں۔

جناب سپیکر: سارا تو انہوں نے بتا دیا ہے کہ بجلی، سوئی گیس، پٹرول، گاڑیوں کا تیل اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی شامل ہے وہ بتا تو دیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات و ثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! گاڑیاں ہیں، ان کی مرمت، پٹرول، بجلی اور سوئی گیس کے علاوہ جو دیگر سکیورٹی کے issues اور personal allowances وغیرہ کی ساری تفصیل میں نے دے دی ہے۔ جو میں نے عرض کیا تھا 16-2015 کا اگر 26 کروڑ ہے جو reduction کیا ہے وہ میں on record کہہ رہا ہوں کہ 15-2014 کا بھی بتا دیا ہے۔ اب انہوں نے جو پوچھا تھا اس کا جواب ان کی خدمت میں پیش کر دیا ہے اور اگر further میرے بھائی کوئی انفارمیشن چاہتے ہیں تو میں مزید انہیں انفارمیشن دینے کے لئے تیار ہوں مجھے ابھی اجلاس کے بعد مل لیں۔

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! میں آپ کو سوال پڑھ کر سناتا ہوں جز (ب) میں ہے کہ پنجاب حکومت کے زیر سایہ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں اس مد میں کتنا بجٹ استعمال کیا؟ جواب آپ پڑھ لیں یہاں سرکاری اور نیم سرکاری کی کیا detail دی ہوئی ہے اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ دی ہوئی ہے تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔ میں تو آپ کے اس جواب سے بھی مطمئن ہوں کہ سب کچھ ہی ہو گا۔ اگر اس کا جواب آپ کو ملتا ہے تو میں مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ پورے پنجاب کا ہمارا بجٹ ہے اور پورے پنجاب میں ہمارے 36 اضلاع ہیں جہاں پر ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفیسر اپنا positive role play کرتا ہے اور پروگراموں کو cover کرتا ہے جبکہ یہ جو ہمارے heads 73 ہیں ان کی تفصیل بالکل میرے پاس موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا جو سوال تھا اس کا جواب بھی دے دیا ہے۔ پچھلے سال کا comparison بھی دے دیا ہے اور اب جو سوال وہ پوچھنا چاہتے ہیں وہ مجھے ذرا clear کر دیں۔

جناب سپیکر: سرکاری اداروں کا تو وہ بتا سکتے ہیں غیر سرکاری کا۔۔۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! آپ بھی اس کو پڑھ لیں اس میں کہاں heads کی بات کی ہے؟

جناب سپیکر: زیر سایہ دوسرے محکمہ جات کے بارے میں تفصیلات متعلقہ اداروں سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ وہ سرکاری اداروں کا جواب دے سکتے ہیں جو انہوں نے دے دیا ہے۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! وہ غیر سرکاری اداروں کا جواب بھی دے سکتے ہیں اور میں آپ کو۔۔۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ آپ ایسے نہ کریں۔ مہربانی کریں اور آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! ان کا جو سوال تھا اس کا جواب دے دیا ہے اگر وہ further ڈیپارٹمنٹ کے متعلق چاہتے ہیں کہ جو ان کے اخراجات ہیں تو مجھے حکم کر دیں میں اجلاس کے بعد باقی ڈیپارٹمنٹس سے منگوا دوں گا۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میں دوبارہ بلکہ تیسری دفعہ پڑھ دیتا ہوں کہ پنجاب حکومت کے زیر سایہ سرکاری اور نیم سرکاری، اس کے اندر میں نے غیر سرکاری کی بات ہی نہیں کی ہے۔ سرکاری اور نیم سرکاری تو حکومت بتا سکتی ہے، مجھے 36 اضلاع اور heads 73 نہیں بلکہ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے اخراجات کی تفصیل چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، سنیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! انہوں نے سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کا بجٹ پوچھا تھا جس کی ہم نے amount بتا دی ہے۔ اب اگر یہ further کسی اور ڈیپارٹمنٹ کا نام لے دیں یا یہاں پر لکھا ہوتا تو وہ بھی میں دینے کے لئے تیار تھا۔ اس کے باوجود پنجاب کے تمام ڈیپارٹمنٹس اور ڈی جی پی آر کا بجٹ ویب سائٹ پر موجود ہے جہاں سے دیکھا بھی جا سکتا ہے اور verify بھی کیا جا سکتا ہے۔

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! وہاں پر ہو گا لیکن میں نے یہ کب کہا ہے، چلیں مجھے یہی بتا دیں کہ سرکاری اور نیم سرکاری کون سے پانچ ادارے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ میں نے بتا دیا ہے۔

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! یہ اداروں کے نام بتا دیں۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ کس ڈیپارٹمنٹ کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: وہ تو بتا رہے ہیں لیکن اب سمجھ نہ آئے تو میں کیا کروں؟ آپ جھنجھٹ میں پڑے ہوئے ہیں بلا وجہ میرے خیال میں let us proceed further now اگلا سوال نمبر 6987 محترمہ لبنیٰ فیصل کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال نمبر 7070 جناب امجد علی جاوید کا ہے چونکہ وہ دو سوال کر چکے ہیں اس لئے اب انہیں اجازت نہیں ہے لہٰذا اس سوال کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال محترمہ راحیلہ انور کا ہے۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! سوال نمبر 7155 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: مزدوروں کی بیٹیوں کی میرج گرانٹ سے متعلقہ تفصیلات

*7155: **محترمہ راحیلہ انور:** کیا وزیر محنت وانسانی وسائل از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) یکم اکتوبر2011 سے 31۔دسمبر2012 تک ڈسٹرکٹ لیبر آفیسر لاہور کے دفتر میں جن صنعتی مزدوروں کی بیٹیوں کی میرج گرانٹ کی درخواستیں جمع ہوئیں ان کے نام، درخواست جمع ہونے کی تاریخ اور صنعتی یونٹ کے نام کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(ب) مذکورہ فہرست سے جن صنعتی مزدوروں کو شادی گرانٹ کے چیک جاری ہوئے ان کے نام اور صنعتی یونٹ کا نام بیان فرمائیں؟

(ج) مذکورہ فہرست سے جن صنعتی مزدوروں کو ابھی تک شادی گرانٹ کے چیک جاری نہیں ہوئے ان کے نام اور چیک جاری نہ ہونے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت وانسانی وسائل (میاں نوید علی):

(الف) یکم اکتوبر2011 سے 31۔دسمبر2012 تک ڈسٹرکٹ آفیسر لیبر لاہور کے دفتر میں صنعتی کارکنان کی بیٹیوں کی شادی گرانٹ کے لئے 1704 درخواستیں وصول ہوئیں، ان درخواستوں کی تفصیل نام، صنعتی یونٹ اور تاریخ وصولی درخواست بطور ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) 1228 صنعتی کارکنان کو شادی گرانٹ کے چیک جاری ہوئے جن کی تفصیل ضمیمہ (الف) میں درج کر دی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ فہرست میں سے 476 درخواستیں مختلف وجوہات کی بناء پر مسترد ہوئیں جن میں سے 193 اپیلیں منظور ہونے کے بعد دوبارہ موصول ہوئیں جنہیں منظور کرتے ہوئے پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ کو بھجوا دیا گیا۔ ان کے چیک زیر التواء ہیں۔ تفصیل ضمیمہ (الف) میں بیان کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! جز (ب) کے جواب کی تفصیل میں درخواستوں کے آگے لکھا ہوا ہے کہ 1934 کے فیکٹری ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ نہ ہے چونکہ یہ رجسٹرڈ نہیں ہیں اس لئے ان کی درخواستیں منظور نہیں کیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ان کے سوشل سکیورٹی کارڈ بھی بنے ہوئے ہیں، اولڈ ایج بینیفٹ کی کٹوتی بھی کروا رہے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے انہیں میرج گرانٹ نہیں دی جاتی کہ یہ ادارہ رجسٹرڈ نہ ہے تو اداروں کا رجسٹرڈ ہونا mandatory ہے یا compulsory ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! محترمہ repeat کر دیں گی؟

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہی ہیں کہ اداروں کا رجسٹرڈ ہونا mandatory ہے یا compulsory ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! sorry اگر محترمہ اپنا سوال repeat کر دیں تو میں جواب دے دیتا ہوں۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! ذرا ان کے interest کی حالت دیکھیں کہ میں یہاں پر سوال کر رہی ہوں اور۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ دوبارہ سوال کر دیں، کوئی بات نہیں ہے۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! پھر انہیں یہاں بھی تو خیال کرنا چاہئے۔ یہاں شادی گرانٹ کے جاری ہونے والے چیکوں کی تفصیل کے آگے لکھا ہوا ہے کہ فیکٹری ایکٹ 1934 کے تحت رجسٹرڈ نہ ہیں تو میں یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ اداروں کی رجسٹریشن mandatory ہے یا compulsory ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! جو رجسٹرڈ ورکرز ہیں وہی یہ گرانٹ لے سکتے ہیں اُن کے علاوہ گرانٹ نہیں لے سکتے۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! میں یہی تو پوچھ رہی ہوں کہ یہ جو ادارے ہیں ان کے لئے یہ mandatory ہے یا compulsory ہے کہ ان کو رجسٹرڈ ہونا پڑتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! یہ compulsory ہیں ادارے رجسٹرڈ ہوں گے۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! تو اس میں اُن غریب مزدوروں کا یا جو ورکرز ہیں آپ دیکھیں کہ لاہور کا جو انہوں نے مجھے جواب دیا ہوا ہے اس میں انہوں نے کہا ہے کہ 1228 صنعتی کارکنان کو شادی گرانٹ کے چیک جاری ہوئے۔ یہ کتنے لاکھوں کروڑوں لوگوں کا ڈسٹرکٹ ہے یہاں پر صرف اتنے سے چیک جاری ہوئے اور باقی جن کو انہوں نے نہیں دیئے ہیں اُن کا کیا قصور ہے؟ اُن کے سکیورٹی کارڈ بنے ہوئے

ہیں old age benefits کی کٹوتیاں بھی ہو رہی ہے اتنے بڑے بڑے ہوٹلز ہیں جن میں پی سی بھی ہے انہوں نے خود مجھے اس کی detail دی ہوئی ہے اور اسی طرح کے بے شمار بڑے بڑے ہوٹلز ہیں اور دیکھیں کہ لاہور لاکھوں کروڑوں کی آبادی کا شہر ہے یہاں پر اس وقت کتنے ادارے کام کر رہے ہیں، ٹوٹل کتنے سارے لوگ اس سے benefit حاصل کر سکے ہیں، کیا ان کے پاس اتنی applications آتی ہیں، وہ جو باقی لوگ اپنی کٹوتیاں کروا رہے ہیں اس سے مستفید نہیں ہو سکتے، یہ کس طرح کا انصاف ہے kindly مجھے اتنا جواب دے دیں کہ کیا اس کا کوئی حل ان کے پاس ہے؟ کیونکہ ان کے پاس تو کوئی حل نہیں ہو گا آپ سے میں درخواست کرتی ہوں کہ اسے کمیٹی کے پاس بھجوا دیں یہ لاکھوں لوگوں کے روزگار کا مسئلہ ہے، اُن کے آگے بچوں کا مستقبل ہے اور اس پر بات ہونی چاہئے کیونکہ یہ میرے interest کی بات نہیں ہے یہ اُن مزدوروں کے interest کی بات ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ اُن کی بات سنتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت وانسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! میں یہاں وضاحت کرتا چلوں کہ یہ depend کرتا ہے کہ ورکرز کی کتنی تعداد کس جگہ پر کام کر رہی ہے، پہلی بات اگر less than 10 ہو تو وہ ادارہ رجسٹرڈ نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! دوسری بات اس میں جتنے بھی پنجاب گورنمنٹ کو فنڈز آتے ہیں وہ فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے release کئے جاتے ہیں۔ اُس لحاظ سے جتنے بھی ہمارے پاس ادارے رجسٹرڈ ہیں اُن کو facilitate کیا جا رہا ہے باقی مزید جو ادارے ہیں اُن پر سختی بھی کی جا رہی ہے کہ وہ مزید اپنے ورکر کی رجسٹریشن وہاں پر کروائیں تاکہ مزید لیبر کو ہم facilitate کر سکیں۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! میری آپ سے humble request ہے kindly اس کو کمیٹی کے سپرد کریں۔ آپ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت بہت سے لوگوں کے بچوں اور بیٹیوں کے لئے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اُس کے لئے criterion بنایا ہوا ہے جو criterion پر پورا ہوتا ہے۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! یہ کوئی میری ذات کا سوال نہیں ہے اور جس طرح یہ کہہ رہے ہیں ابھی انہوں نے percentage بتائی ہے آپ مجھے بتائیں پی سی ہوٹل میں کتنے ہزاروں لوگ کام کر رہے ہیں جو ابھی تک رجسٹرڈ نہیں ہیں۔ جو انہوں نے مجھے criterion بتایا ہے تو پھر کس طرح سے اُن کو۔۔۔

جناب سپیکر: اُنہوں نے آپ کو تفصیل دے دی ہے آپ کو لکھ کر دے دیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محنت و انسانی وسائل (میاں نوید علی): جناب سپیکر! تجارتی ادارے اس زمرے میں نہیں آتے۔ پی سی ہوٹل، آواری ہوٹل وغیرہ یہ تجارتی ادارے ہیں یہ اس زمرے میں نہیں آتے یہ گورنمنٹ کے پاس رجسٹرڈ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال نمبر 7208 جناب احسن ریاض فتیانہ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہٰذا اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ سوالات مکمل ہوئے اور وقفہ سوالات بھی ختم ہوا۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

لاہور میوزیم کے نوادرات سے متعلقہ تفصیلات

*6572: محترمہ فائزہ احمد ملک: کیا وزیر اطلاعات و ثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور میوزیم میں نوادرات کی تعداد کتنی ہے؟

(ب) ان نوادرات کو یہاں کس طریق کار کے تحت رکھا گیا ہے؟

(ج) اس میوزیم میں reserves کی کل تعداد کتنی ہے؟

(د) ان reserve کی restoration and conversion کا کام کب شروع ہوا تھا اور کب مکمل ہونا تھا۔ اب تک کتنا کام ہوا ہے کتنا بقایا ہے؟

(ہ) restoration and conversion کی وجہ سے نوادرات کہاں محفوظ ہیں؟

(و) اس میوزیم میں کتنے ڈی ایم جی افسران تعینات ہیں ان کے نام، عہدہ بتائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) لاہور میوزیم میں نوادرات کی کل تعداد 60,000 ہے۔

(ب) ان نوادرات کو گیلریوں میں آویزاں کیا گیا ہے اور کچھ کو ریزرو میں رکھا گیا ہے۔

(ج) لاہور میوزیم میں ریزروز کی کل تعداد چھ ہے۔

(د) پراجیکٹ بعنوان لاہور میوزیم بلڈنگ کی ترقی، اپ گریڈیشن اور حفاظتی سہولیات منظور ہوا ہے جس کا عرصہ 14-2013 تا 18-2017 ہے ریزرو کی ترقی اور وسعت کا کام بھی اس پراجیکٹ کا حصہ ہیں جن پر کام جاری ہے اور مقررہ وقت میں پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔

(ہ) restoration and conservationکی وجہ سے نوادرات کو علاقائی تمدن، جنرل اور مخطوطات گیلریوں میں محفوظ کیا گیا ہے۔

(و) لاہور میوزیم میں ایک ڈی ایم جی آفیسر سمیرہ صمد ڈائریکٹر کے عہدہ پر تعینات ہے۔

فیصل آباد ڈویژن سے شائع ہونے والے اخبارات ور سائل سے متعلقہ تفصیلات

*6583: میاں طاہر: کیا وزیر اطلاعات وثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) فیصل آباد ڈویژن سے کون کون سے روزنامہ، ہفت روزہ، ماہانہ اور چھ ماہی و سالانہ اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں ان کے نام اور یہ کہاں کہاں سے نکل رہے ہیں؟

(ب) ان کو سال14۔2013اور15۔2014کے دوران کتنی رقم کے سرکاری اشتہارات دیئے گئے؟

(ج) کتنی رقم حکومت نے ان اشتہارات کی ادا کی ہے اور کتنی رقم ادا کرنی ہیں؟

(د) اگر حکومت کو ان اخبارات ور سائل کی بے قاعدگیوں کے خلاف کارروائی کا اختیار حاصل ہے تو کس قاعدہ وقانون کے تحت؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) فیصل آباد ڈویژن میں شائع ہونے والے اخبارات و جرائد کی تعداد درج ذیل ہے جبکہ ان کے نام کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے:

روزنامے:	158
ہفت روزہ:	229
پندرہ روزہ:	17
ماہنامے:	158
ششماہی :	13
سالنامے:	10
کل تعداد:	572

(ب) فیصل آباد ڈویژن میں شائع ہونے والے اخبارات / جرائد کو سال14۔2013 میں کل مبلغ۔/34,892,339 روپے اور سال15۔2014میں کل مبلغ۔/35,795,352 روپے کے سرکاری اشتہارات جاری کئے گئے۔

(ج) 14۔2013 میں جاری کئے اشتہارات کے محاذ فیصل آباد سے نکلنے والے اخبارات / رسائل کو تمام واجبات ادا کر دیئے گئے ہیں جبکہ مالی سال 15۔2014 میں اخبارات و جرائد کو جاری کئے گئے اشتہارات کے محاذ بقایا جات مبلغ۔/37,59,231 روپے واجب الادا ہیں جو ماہ اکتوبر 2015 میں ادا کر دیئے جائیں گے۔

(د) حکومت کی طرف سے متعلقہ ضلع کے ڈی سی او کو پریس نیوز پیپرز، نیوز ایجنسیز اینڈ بکس رجسٹریشن آرڈیننس 2002 کے تحت اخبارات و جرائد کے خلاف کارروائی کا اختیار حاصل ہے۔

بہاولنگر: ڈسپنسریوں کی تعداد سے متعلقہ تفصیلات

*6512: جناب محمد نعیم انور: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سوشل سکیورٹی کے تحت ضلع بہاولنگر میں کتنی ڈسپنسریاں کام کر رہی ہیں؟

(ب) کیا پی پی۔284 میں سوشل سکیورٹی کی کوئی ڈسپنسری کام کر رہی ہے تو کہاں واقع ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات بتائیں؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) ضلع بہاولنگر میں ادارہ سوشل سکیورٹی کے تحت چار ڈسپنسریاں کام کر رہی ہیں۔

(ب) پی پی۔284 فورٹ عباس میں تاحال سوشل سکیورٹی کی کوئی ڈسپنسری کام نہیں کر رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مذکورہ علاقہ میں تحفظ یافتہ کارکنان کی تعداد 487 ہے جبکہ ادارہ کی پالیسی کے مطابق کسی بھی ڈسپنسری کے قیام کے لئے متعلقہ علاقہ میں 750 ورکرز کا رجسٹرڈ ہونا ضروری ہے۔

بہاولنگر: رجسٹرڈ فیکٹریوں کی تعداد سے متعلقہ تفصیلات

*6515: جناب محمد نعیم انور: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع بہاولنگر میں کتنی فیکٹریاں اور کارخانے محکمہ محنت کے پاس رجسٹرڈ ہیں؟

(ب) محکمہ محنت اس وقت ان سے کس کس مد میں ٹیکس وصول کر رہا ہے؟

(ج) پچھلے پانچ سالوں میں محکمہ نے سال وار اور مد وار کتنا کتنا ٹیکس وصول کیا، اس کی تفصیل بتائیں؟

(د) ان اداروں میں کام کرنے والے ملازمین کو محکمہ کیا کیا سہولیات فراہم کرتا ہے؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) ضلع بہاولنگر میں محکمہ محنت کے تحت رجسٹرڈ فیکٹریوں اور کارخانوں کی تعداد 586 ہے۔

(ب) محکمہ محنت ان رجسٹرڈ فیکٹریوں سے سوشل سکیورٹی کنٹری بیوشن اور ایجوکیشن سیس کی مد میں وصولی کرتا ہے۔

(ج) محکمہ محنت نے سوشل سکیورٹی کنٹری بیوشن اور ایجوکیشن سیس کی مد میں پچھلے پانچ سالوں میں درج ذیل وصولی کی ہے:

نمبر شمار	سال	سوشل سکیورٹی کنٹری بیوشن	ایجوکیشن سیس
1	2010-11	86,39,590/-روپے	---
2	2011-12	1,18,18,665/-روپے	1,94,725/-روپے
3	2012-13	1,55,32,347روپے	80,450روپے
4	2013-14	1,84,73,944روپے	3,86,275روپے
5	2014-15 (جولائی 14 تا مئی 15)	1,77,69,467روپے	3,89,567روپے

(د)

(i) علاج معالجہ و دیگر طبی سہولتیں
(ii) بیماری کی صورت میں معاوضہ
(iii) دورانِ کار زخمی ہونے کی صورت میں معاوضہ
(iv) عدت کے دوران معاوضہ
(v) زچگی کے دوران معاوضہ
(vi) معاوضہ کفن دفن
(vii) معذوری کی صورت میں پنشن
(viii) ورکر کے دوران کار فوت ہونے کی صورت میں بیوہ اور بچوں کی پنشن
(ix) دوران بیماری ہسپتال جانے کے لئے کرایہ کی ادائیگی
(x) محنت کشوں کو ان کی تمام بچیوں کی شادی پر ایک لاکھ روپے کے حساب سے بطور میرج گرانٹ ادا کر رہا ہے

(xi) پانچ لاکھ روپے فی کس فوتیدگی گرانٹ محنت کش کی موت پر ان کے لواحقین کو ادا کی جاتی ہے

(xii) نیز مزدوروں کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے تعلیمی وظائف بھی دیئے جاتے ہیں

فیکٹریوں میں مقامی آبادی کے لئے لیبر رکھنے کے لئے حکومتی اقدامات کی تفصیل

*6987: محترمہ لبنیٰ فیصل: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب کے مختلف علاقوں میں کارخانوں اور فیکٹریوں میں مقامی آبادی میں سے لیبر رکھنے کے لئے کوئی شرح تناسب مقرر ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کس شرح تناسب سے مقامی لیبر کو روزگار فراہم کیا جاتا ہے اگر جواب نفی میں ہے تو کیا حکومت اس سلسلہ میں کوئی اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے تو مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) جی نہیں! صوبہ پنجاب کے مختلف علاقوں میں کارخانوں اور فیکٹریوں میں مقامی آبادی میں سے لیبر رکھنے کے لئے کوئی شرح تناسب مقرر نہ ہے۔ کارخانہ دار اور مالکان اپنی ضرورت کے مطابق ملک کے مختلف علاقوں سے ہنر منداور تجربہ کار کارکنان رکھ سکتے ہیں۔

(ب) درج بالا بیان کردہ وجوہ کے باعث اس سلسلے میں کوئی اقدام حکومت کے زیر غور نہیں۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ سے شائع ہونے والے اخبارات سے متعلقہ تفصیلات

*7070: جناب امجد علی جاوید: کیا وزیر اطلاعات وثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں چھپنے والے علاقائی اخبارات کی کل تعداد کتنی ہے؟

(ب) مذکورہ بالا اخبارات کس کس زبان میں شائع ہوتے ہیں؟

(ج) ٹوبہ ٹیک سنگھ سے شائع ہونے والے اخبارات میں کون سا اخبار روزنامہ، کون سا ہفت روزہ اور کون سا ماہانہ بنیاد پر شائع ہوتا ہے، تفصیلات سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ٹوبہ ٹیک سنگھ میں شائع ہونے والے علاقائی اخبارات کی کل تعداد 32 ہے۔

(ب) اردو میں شائع ہونے والے اخبارات کی تعداد 28 ہے جبکہ اردو/انگریزی میں شائع ہونے والے اخبارات کی تعداد 4 ہے۔

(ج) ٹوبہ ٹیک سنگھ سے شائع ہونے والے اخبارات کے دورانیہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

PESSI کے ملازمین کو ریوائزڈ سکیلز کے اجراء سے متعلقہ تفصیلات

*7208: جناب احسن ریاض فتیانہ: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دی پنجاب ایمپلائز سوشل سکیورٹی انسٹیٹیوشن کے آرڈر نمبر 7283 مورخہ 4۔دسمبر 2013 کے تحت پرائیویٹ سیکرٹری، سٹینو گرافر جی۔I اور سٹینو گرافر جی۔II کے سکیل revise کرکے حکومت پنجاب کے دیگر محکمہ جات میں کام کرنے والے ملازمین کے برابر کئے گئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ PESSI نے ان ملازمین کو مورخہ 5۔مارچ 2013 سے سکیل دیئے ہیں جبکہ محکمہ خزانہ حکومت پنجاب کے مراسلہ مورخہ 12۔فروری 2013 کے تحت یہ سہولت 2011-12-23 سے دی گئی ہے؟

(ج) کیا PESSI بھی اپنے درج بالا ملازمین کو یہ سکیل حکومت پنجاب کی تاریخ 23۔دسمبر 2011 سے دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) فی الحال ایسی کوئی تجویز قابل غور نہ ہے۔ مزید برآں ادارہ سوشل سکیورٹی ایک خود مختار ادارہ ہے جس کے ملازمین کے لئے PESSI Pay Package علیحدہ سے بنایا ہوا ہے جس کے تحت ادارہ کے ملازمین تنخواہیں وصول کر رہے ہیں جو حکومتِ پنجاب کے بی پی ایس سے زیادہ ہیں۔ سوشل سکیورٹی آرڈیننس 1965 کے تحت گورننگ باڈی، پیسی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ادارہ کے ملازمین کو مراعات دینے یا نہ دینے کے بارے میں فیصلہ کرے۔ مجاز Forum نے اپنے اجلاس مورخہ 18.09.2013 میں اس معاملے پر بحث و مباحثہ اور

ادارہ کے مالی معاملات کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ پرائیویٹ سیکرٹریز، سٹینو گرافرز (جی۔I)اور سٹینو گرافرز (جی۔II)کی اپ گریڈیشن حکومتِ پنجاب کے فیصلہ بحوالہ نوٹیفکیشن نمبرFD.PC.14-38/78(PT.V) مورخہ 12.02.2013 کے پیش نظر کر دی گئی۔ تاہم ادارہ کے مالی امور کے پیش نظر متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کا اطلاق مورخہ 05.03.2013 سے کیا جائے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

بھٹہ مزدوروں کی جبری مشقت سے متعلقہ تفصیلات

73:ڈاکٹر سید وسیم اختر:کیا وزیر محنت وانسانی وسائل ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا بھٹہ مزدور رجسٹرڈ صنعتی مزدور ہیں، اس لحاظ سے انہیں اغواء کر کے قید کرنا، جبری، پیشگی اور جبری مشقت لینا قانوناً جرم ہے؟

(ب) کیا ایک بھٹہ مزدور کی 1000 اینٹوں کی مزدوری 742 روپے ہے، اس پر کب سے عملدرآمد ہو رہا ہے؟

(ج) 2013 میں مزدور سے جبری مشقت لینے، جبری پیشگی اور قید کرنے کے حوالے سے حکومتی سطح پر کیا اقدامات کئے گئے اور کتنے مقدمات درج کئے گئے؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) جی ہاں! کیونکہ قانون میں دی گئی تعریف کے مطابق بھٹہ (صنعتی ادارہ) فیکٹری کے زمرہ میں آتا ہے جسے فیکٹریز ایکٹ 1934 کے تحت رجسٹرڈ کیا جاتا ہے۔ تاہم جہاں تک کسی کو اغواء کر کے قید کرنا یا حبس بیجا میں رکھ کر کام لئے جانے کا تعلق ہے وہ تعزیرات پاکستان کی خلاف ورزی ہوتی ہے جو کہ بانڈڈ لیبر ایکٹ 1992 کے زمرہ میں نہیں آتا۔

(ب) بھٹہ مزدور (پتھیر والا) کی 1000 اینٹوں (عام اینٹ) کی مزدوری 740 روپے ہے جو کہ گورنمنٹ کے جاری کردہ نوٹیفکیشن (No.SO(D-II)MW/2011(P-II) مورخہ 04.09.2013 کے مطابق یکم جولائی 2013 سے لاگو ہے۔ جہاں تک عملدرآمد کا تعلق ہے اس ضمن میں عرض ہے کہ بھٹہ جات پر کم ادائیگی اور کٹوتیوں کی بابت محکمہ محنت وافرادی قوت کی طرف سے کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ سال 2013 کے دوران 1018

بھٹہ جات کے 2417 چالان کئے گئے اور ان پر متعلقہ عدالتوں سے -/2,36,000روپے جرمانہ عائد ہوا۔ مزید برآں بھٹہ جات پر کم ادائیگی اور کٹوتیوں کے ضمن میں اتھارٹی زیر قانون ادائیگی اجرت 1936 کے تحت سال 2013 میں 85 مقدمات دائر کئے گئے اور 32 مقدمہ جات کا فیصلہ ہوا جن میں -/92,86,289 روپے کی رقم ڈگری کی گئی۔

(ج) اس ضمن میں وضاحت کی جاتی ہے کہ بانڈڈ لیبر سسٹم ایکٹ 1992 کا نفاذ بانڈڈ لیبر کے خاتمہ کے لئے کیا گیا ہے اور اس کے مؤثر اطلاق کے لئے پنجاب کے تمام اضلاع میں ڈسٹرکٹ ویجیلینس کمیٹیاں (DVCs) تشکیل دی ہیں۔ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر (DCO) کمیٹی کا چیئرمین ہوتا ہے۔ ان کمیٹیوں کو فعال کر دیا گیا ہے۔ ان کمیٹیوں کے باقاعدہ اجلاس ہر ماہ ہوتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی شکایت موصول ہو تو ان کمیٹیوں کی وساطت سے اس کا ازالہ کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی شکایت بابت عدم ادائیگی کم از کم اجرت بھی موصول ہو تو اس کو بذریعہ ڈسٹرکٹ آفیسر لیبر حل کیا جاتا ہے۔ بصورت دیگر شکایت کنندگان کو اجرت کی ادائیگی کے لئے عدالتی چارہ جوئی میں محکمانہ معاونت بھی فراہم کی جاتی ہے۔

محکمہ محنت وافرادی قوت نے بانڈڈ لیبر کے خاتمہ کے لئے ابتدائی طور پر ضلع لاہور اور قصور میں بھٹہ مزدوروں کے لئے ایک پراجیکٹ 2009 تا 2014 شروع کیا ہے جس کے تحت ضلع لاہور اور قصور کے بھٹہ مزدوروں کے بچوں کے لئے غیر روایتی سکول چلائے جا رہے ہیں۔ اس کے تحت کاروبار کے لئے بلاسود چھوٹے قرضے فراہم کئے جا رہے ہیں۔ بھٹہ مزدوروں کے کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ بنوائے جا رہے ہیں۔

مزید برآں اس پراجیکٹ کا فیز II شروع کیا گیا ہے جس کے دائرہ کار میں چار اضلاع گجرات، فیصل آباد، سرگودھا اور بہاولپور آتے ہیں۔ اس ضمن میں ان اضلاع میں ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں۔ ان اضلاع میں غیر روایتی سکول چلانے کے لئے بھٹہ جات کی فہرست اور نقشہ جات تیار کئے جا رہے ہیں۔ اس پراجیکٹ کو ان چاروں اضلاع میں دسمبر 2013 سے شروع کیا گیا ہے۔

بانڈڈ لیبر کے خاتمہ کے لئے محکمہ نے مزید اقدامات اٹھائے ہیں جو کہ ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں:

1) صوبائی کمیٹی برائے انسداد بانڈڈ لیبر کا قیام۔
2) بانڈڈ لیبر ایکٹ1992کو ILO Conventions کے مطابق ڈھالنے کے لئے ترمیمی جائزہ۔
3) صوبہ میں جبری مشقت کے خاتمہ کے لئے چھوٹے، درمیانے اور طویل مدت اقدامات پر مشتمل Provincial Plan of Action to Combat Bonded Labour مرتب کیا گیا ہے جو کہ بعد از ضروری کارروائی جاری کیا جائے گا۔
4) بھٹہ جات کے مزدوروں کو لیبر قوانین کے تحت دی گئی مراعات سے مستفید کرنے کے لئے بھٹہ جات کی رجسٹریشن کی مہم جاری ہے اور تاحال رجسٹرڈ بھٹہ جات کی تعداد 5347 ہے۔

ضلع لاہور میں محکمہ اطلاعات کے دفاتر سے متعلقہ تفصیلات

437: محترمہ نگہت شیخ: کیا وزیر اطلاعات و ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-
(الف) ضلع لاہور میں محکمہ اطلاعات کے کتنے اور کہاں کہاں دفاتر قائم ہیں، تفصیل بتائی جائے؟
(ب) ان دفاتر کے سال14-2013 کے اخراجات بتائیں نیز ان سالوں کے دوران حکومت کی طرف سے سالانہ کتنی گرانٹ فراہم کی گئی؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):
(الف) ضلع لاہور میں ایک ضلعی دفتر اطلاعات 21 محمود غزنوی روڈ پر قائم ہے۔
(ب) ضلعی دفتر اطلاعات لاہور کے مالی سال14-2013 کے سالانہ بجٹ اور اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے:

ضلعی دفتر اطلاعات لاہور

تنخواہوں اور الاونسز کی مد میں سالانہ بجٹ گرانٹ	-/79,52,800	اخراجات	-/77,00,721
متفرق کی مد میں سالانہ بجٹ گرانٹ	-/9,82,400	اخراجات	-/8,98,790
ٹوٹل	-/89,35,200		-/85,99,511

سالانہ بجٹ اور اخراجات کی مزید تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

فیصل آباد میں پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ میں مزدوروں سے متعلقہ تفصیلات

360: میاں طاہر: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-
(الف) فیصل آباد میں پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ فیصل آباد میں رجسٹرڈ مزدوروں کی تعداد کتنی ہے؟

(ب) اس ضلع سے اس بورڈ کو سالانہ کتنی آمدن کہاں کہاں سے ہوتی ہے؟

(ج) یہ بورڈ مزدوروں کو کیا کیا سہولیات فراہم کرتا ہے؟

(د) اس بورڈ کے پاس اس وقت مزدوروں کی کتنی درخواستیں مالی امداد کی کب سے زیر التواء ہیں؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ میں مزدوروں کی رجسٹریشن نہیں کی جاتی۔

(ب) پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ کے دائرہ کار میں کسی بھی قسم کی آمدنی کا حصول نہ آتا ہے۔

(ج) پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ صنعتوں کے مزدوروں کو مندرجہ ذیل سہولیات فراہم کرتا ہے:

1۔ میرج گرانٹ 2۔ ڈیتھ گرانٹ

3۔ تعلیمی وظائف 4۔ رہائشی سہولت

مزید برآں مزدوروں کے بچوں کو بورڈ کے قائم کردہ سکولوں میں مفت تعلیم کے ساتھ یونیفارم، ٹرانسپورٹ اور درسی کتب بھی فراہم کرتا ہے۔ مزدوروں کی رہائشی سہولت کے لئے لیبر کالونیاں قائم کی گئی ہیں۔ فیصل آباد میں ان سہولیات کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) فیصل آباد کے صنعتی مزدوروں کے بچوں کے ٹیلنٹ سکالر شپ، میرج گرانٹ اور ڈیتھ گرانٹ 815 درخواستوں پر کام ہو رہا ہے یہ درخواستیں 21.01.2015 سے زیرِ کارروائی ہیں۔

لاہور آرٹس کونسل سے متعلقہ تفصیلات

439: محترمہ نگہت شیخ: کیا وزیر اطلاعات وثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) لاہور آرٹس کونسل کے کون کون سے شعبہ جات میں کون کون سے تربیتی کورسز چل رہے ہیں؟

(ب) الحمرا کلچرل کمپلیکس لاہور پرائیویٹ سکولوں کو برائے فنکشن کون سی شرح کرایہ پر دیا جاتا ہے، تفصیل بتائیے؟

(ج) اگر متذکرہ بالا کا جواب ہاں میں ہے تو گزشتہ پانچ سالوں میں یہ ہال کتنی مرتبہ کرائے پر دیا گیا اور کتنی آمدن حاصل ہوئی، کس اکاؤنٹ میں جمع کروائی گئی اور کن کن مدوں پر خرچ کی گئی؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) لاہور آرٹس کونسل کے زیراہتمام الحمرا اکیڈمی اف پرفارمنگ آرٹس چل رہی ہے الحمرا کے دونوں کمپلیکس مال اور کلچرل کمپلیکس میں مختلف شعبہ جات کے تربیتی کورس چل رہے ہیں جن میں گٹار، ستار، ایکٹنگ، ووکل، طبلہ، وائلن، سرنگی، بانسری، ڈرائنگ اور پینٹنگ کی کلاسز شامل ہیں۔ ان کلاسز کا دورانیہ تین ماہ ہے جن کی معمولی سی ماہانہ فیس۔/500 روپے اور داخلہ فیس۔/200روپے مقرر ہے۔

(ب) الحمرا کلچرل کمپلیکس کے ہال نمبر 1، ہال نمبر 2 اور اوپن ائر تھیٹر میں پرائیویٹ سکولوں کو تقریبات کے لئے کم سے کم اڑھائی گھنٹے کے لئے وقت دیا جاتا ہے۔

ہال نمبر 1 کا کرایہ۔/25,000روپے اور ہال نمبر 2 کا کرایہ۔/12000 روپے مقرر ہے۔

(ج)

1۔ ہال نمبر 1 میں 93 پروگرام اور تقریباً۔/3399700 روپے آمدن ہوئی۔

2۔ ہال نمبر 2 میں 19 پروگرام اور تقریباً۔/1289300 روپے آمدن ہوئی۔

3۔ اوپن ائر تھیٹر میں 37 پروگرام ہوئے اور تقریباً۔/2471467 روپے آمدن ہوئی۔

الحمرا کلچرل کمپلیکس میں ہونے والے پروگراموں کی جتنی بھی آمدن ہوتی ہے وہ لاہور آرٹس کونسل کے اکاؤنٹ میں جمع ہوتی ہے جو کہ ملازمین کی تنخواہوں، ادارے کی maintenance اور لاہور آرٹس کونسل کے اپنے پیش کردہ ڈراموں اور مختلف ورائٹی پروگرامز کی مد میں خرچ کی جاتی ہے۔

گوجرانوالہ میں ورکرز ویلفیئر کے اداروں سے متعلقہ تفصیلات

510: چودھری اشرف علی انصاری: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں ورکرز ویلفیئر کے کون کون سے ادارے کام کر رہے ہیں؟

(ب) مذکورہ ادارے صنعتی کارکنان کو کون کون سی سہولتیں مہیا کر رہے ہیں؟

(ج) ضلع گوجرانوالہ میں کتنی اور کون کون سی صنعتیں، بھٹہ خشت اور کارخانے رجسٹرڈ ہیں، ان صنعتوں، بھٹہ خشت اور کارخانوں میں کتنے کتنے مزدور کام کر رہے ہیں؟

(د) رجسٹرڈ صنعتوں، بھٹہ خشت اور کارخانوں سے محکمہ نے یکم جولائی 2012 سے آج تک کس کس مد میں کتنی رقم وصول کی؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں محکمہ محنت کے تحت ڈسٹرکٹ آفس لیبر ویلفیئر لیبر قوانین کے نفاذ کا کام کر رہا ہے۔اس کے علاوہ محکمہ محنت کے ذیلی ادارہ سوشل سکیورٹی کے تحت ضلع گوجرانوالہ میں تحفظ یافتہ کارکنان اور ان کے لواحقین کے علاج معالجہ کے لئے 100 بستروں پر مشتمل ایک سوشل سکیورٹی ہسپتال،06سوشل سکیورٹی ڈسپنسریاں،02میڈیکل سنٹر اور03 ایمرجنسی سنٹر کام کر رہے ہیں نیز ایک ڈائریکٹوریٹ بھی قائم ہے جہاں سے انہیں مالی فوائد اور دیگر سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں نیز ضلع گوجرانوالہ میں ورکرز ویلفیئر بورڈ کے تحت آٹھ تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام وپتا
1	ورکرز ویلفیئر ہائر سیکنڈری سکول (طلباء) پیپلز کالونی گوجرانوالہ
2	ورکرز ویلفیئر ہائر سیکنڈری سکول (طلباء)(سیکنڈ شفٹ) پیپلز کالونی گوجرانوالہ
3	ورکرز ویلفیئر ہائر سیکنڈری سکول (طالبات) پیپلز کالونی گوجرانوالہ
4	ورکرز ویلفیئر ہائر سیکنڈری سکول (طالبات)(سیکنڈ شفٹ) پیپلز کالونی گوجرانوالہ
5	ورکرز ویلفیئر ہائی سکول (طلباء) گلشن کالونی گوجرانوالہ
6	ورکرز ویلفیئر ہائی سکول (طلباء)(سیکنڈ شفٹ) گلشن کالونی گوجرانوالہ
7	ورکرز ویلفیئر ہائی سکول (طالبات) گلشن کالونی گوجرانوالہ
8	ورکرز ویلفیئر پرائمری سکول (طالبات)(سیکنڈ شفٹ) گلشن کالونی گوجرانوالہ

(ب) مروجہ لیبر قوانین کا مؤثر نفاذ اور اطلاق محکمہ محنت کی بنیادی ذمہ داری ہے جس کے ذریعے حکومت نے مزدوروں کی فلاح اور بہتری کے اقدامات کو قانونی شکل دے کر یقینی بنایا ہے۔ محکمہ لیبر صنعتی اداروں میں لیبر قوانین پر عملدرآمد کو یقینی بناتا ہے۔ محکمہ محنت کا ذیلی ادارہ سوشل سکیورٹی اپنی زیر نگرانی ضلع گوجرانوالہ میں قائم ان مذکورہ اداروں میں تحفظ یافتہ کارکنان اور ان کے لواحقین کو مفت علاج، ادویات اور ٹیسٹوں کی سہولیات فراہم کرتا ہے، اگر کسی بیماری کی تشخیص یا علاج کی سہولت ہسپتال ہذا میں موجود نہ ہو تو علاج کی غرض سے آنے والے تحفظ یافتہ کارکنان یا ان کے لواحقین کو نواز شریف سوشل سکیورٹی ہسپتال، ملتان

روڈ لاہور میں ریفر کر دیا جاتا ہے جہاں امراضِ قلب کا مکمل علاج، دل کے بائی پاس، سی ٹی سکین، نیوکلیئر بلاک اور میمو گرافی مشین کی سہولیات میسر ہیں۔ڈائریکٹوریٹ سوشل سکیورٹی کی وساطت سے مالی فوائد اور دیگر متعلقہ سہولیات بھی مہیا کی جاتی ہیں جن کی مکمل تفصیل ضمیمہ (الف) میں درج ذیل ہے:

پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ صنعتی کارکنان اوران کے بچوں کو تعلیمی اخراجات اور جہیز فنڈ درج ذیل شرح سے دیئے جاتے ہیں۔

تعلیمی وظائف

کیٹیگری 1	1600روپے ماہانہ
کیٹیگری 2	2500روپے ماہانہ
کیٹیگری 3	3500روپے ماہانہ

پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ مزدوروں کی تمام بیٹیوں کی شادی پر ایک لاکھ بطور میرج گرانٹ ادا کرتا ہے۔

مزید برآں پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ نے ورکرز کو رہائشی سہولت فراہم کرنے کی غرض سے ضلع گوجرانوالہ میں گلشن لیبر کالونی بنائی ہے جس میں 300 گھر اور 340 پلاٹس ہیں۔یہ کالونی مزدوروں کو مالکانہ حقوق پر ماہانہ اقساط کی بنیاد پر 1988 میں الاٹ کی گئی۔

پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ کے تحت صنعتی کارکنوں کے بچوں کے لئے قائم سکولوں میں مفت تعلیم کے ساتھ ساتھ درسی کتب، کاپیاں، ٹرانسپورٹ اور یونیفارم بھی مفت مہیا کیا جاتا ہے

(ج) محکمہ محنت کے تحت ایسے ادارے جہاں مزدوروں کی تعداد پانچ یا اس سے زیادہ ہو کو رجسٹرڈ کرتا ہے اور اس پالیسی کے تحت ادارہ ہذا نے ضلع گوجرانوالہ میں 6ہزار 935 کارخانے رجسٹرڈ کئے ہیں جن میں کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد 47ہزار 435 ہے۔

صنعتوں کے لحاظ سے ان اداروں میں کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام صنعت	تعداد صنعت	تعداد ورکرز
1	بھٹہ خشت	311	1328
2	میٹل	1922	4912
3	پاورلومز	1546	9131
4	رائس شیلر	188	1975
5	سکول	229	1046
6	سرامکس	575	3515

7	ہسپتال	69	485
8	سی این جی اور پٹرول پمپ	101	717
9	فوڈ	217	1105
10	مشروبات	03	1875
11	فرنیچر	117	490
12	گتہ	27	289
13	چمڑا	57	514
14	الیکٹرک	666	3005
15	انجینئرنگ مشینری	285	950
16	کیمیکل	17	1025
17	متفرق	605	5073
	ٹوٹل	6935	47435

(د) ادارہ سوشل سکیورٹی رجسٹرڈ صنعتوں، بھٹہ خشت اور کارخانوں سے رقم سوشل سکیورٹی کنٹری بیوشن اور ایجوکیشن سیس کی مد میں وصول کرتا ہے اس ضمن میں ادارہ ہذا نے ضلع گوجرانوالہ میں موجود مختلف صنعتوں سے یکم جولائی 2012 سے جو رقم وصول کی تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس گجرات کے سٹاف سے متعلقہ تفصیل

529: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر اطلاعات وثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس گجرات میں کتنا سٹاف ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے؟

(ب) درج بالا آفس میں کتنی منظور شدہ اسامیاں خالی پڑی ہیں ان کو کب تک پُر کر دیا جائے گا؟

(ج) درج بالا آفس کے کیا فرائض ہیں اور اس آفس نے صحافیوں کو 14۔2013 میں کیا سہولیات فراہم کیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس گجرات میں درج ذیل سٹاف ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے:

1۔ سید وقار نقوی، ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفیسر (BS-17)

2۔ یاسر احمد، جونیئر کلرک (BS-07)

3۔ غلام غوث، ڈرائیور (BS-4)

4۔ محمد عمران، چوکیدار (BS-01)

(ب) مذکورہ آفس میں تین منظور شدہ درجہ ذیل اسامیاں خالی ہیں۔

1۔ فوٹوگرافر BS-13

2۔ سینئر کلرک (BS-09)

3۔ نائب قاصد (BS-01)

ڈائریکٹر گوجرانوالہ ڈویژن کو کہا گیا ہے کہ سینئر کلرک (بی ایس۔9) کی پوسٹ پر پروموشن کا کیس تیار کر کے ہیڈ آفس کو ارسال کریں جبکہ نائب قاصد (بی ایس۔1) کی اسامی کا اشتہار باقی ضلعی دفاتر کی اسامیوں کے ساتھ بھرتی کے لئے اخبار میں دیا جارہا ہے۔ فوٹوگرافر (بی ایس 13) کی اسامی قواعد وضوابط کے مطابق بھرتی پر عائد پابندی کے خاتمہ کے بعد پُر کرلی جائے گی۔

(ج) ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس گجرات محکمہ اطلاعات وثقافت پنجاب کے ماتحت اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ جس کا بنیادی فرض ضلعی انتظامیہ کو صحافتی اعتبار سے سہولیات فراہم کرنا ہے۔

1۔ حکومت کی جانب سے عوام کی فلاح وبہبود کے لئے کئے گئے اقدامات کو اُجاگر کرنا۔

2۔ ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس گجرات صحافی حضرات کو ایکریڈیٹیشن کارڈ کے اجراء کے ضمن میں معاونت فراہم کرتا ہے۔

3۔ ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس گجرات نے بیشتر مرتبہ ضلعی انتظامیہ دیگر عہدہ داران اور گجرات پریس کلب کے مابین میٹنگز کا انعقاد ممکن بنایا اور بہتر تعلقات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

4۔ اہم شخصیات کی آمد کے موقع پر صحافی حضرات کو کئی مرتبہ ٹرانسپورٹ کی سہولت فراہم کی گئی جس کے باعث سیلاب سے متاثرہ علاقوں کا دورہ ممکن ہو سکا۔

5۔ سرکاری محکموں کے متعلق خبروں کا اجراء اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں سے عہدہ براہونے کے سلسلے میں معاونت فراہم کی گئی۔

صنعتی اداروں کے مزدوروں کے فلیٹوں سے متعلقہ تفصیلات

548: میاں طاہر: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) فیصل آباد شہر کی حدود میں صنعتی اداروں کے مزدوروں کے لئے کتنے فلیٹ کہاں کہاں بنے ہوئے ہیں ان کی تفصیل بتائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان فلیٹوں کی حالت انتہائی مخدوش ہے اور جگہ جگہ سے پانی رس رہا ہے؟

(ج) کیا حکومت ان فلیٹوں کی مرمت اور دیگر ضروری کام کروانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو کیا وجوہات ہیں؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) ضلع فیصل آباد میں مزدوروں کو رہائشی سہولت فراہم کرنے کی غرض سے 512 ملٹی سٹوری فلیٹس بنائے گئے ہیں جو جڑانوالہ روڈ پر واقع ہیں۔

(ب) 512 فلیٹس 1978 میں الاٹ کئے گئے تھے۔ الاٹمنٹ قواعد وضوابط کے مطابق فلیٹس کی مرمت الاٹیز کی ذمہ داری تھی جو کہ اُنہوں نے پوری نہیں کی جس کی وجہ سے فلیٹوں کی حالت انتہائی مخدوش ہو گئی۔

(ج) وزیر اعلیٰ پنجاب نے 512 ملٹی سٹوری فلیٹس فیصل آباد کے مسائل کے حل کے لئے کمشنر فیصل آباد ڈویژن کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جو ان فلیٹس کو خالی کروانے اور گرانے کے بارے میں اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

پنجاب انفارمیشن کمیشن کے قیام سے متعلقہ تفصیلات

837: محترمہ حنا پرویز بٹ: کیا وزیر اطلاعات وثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب انفارمیشن کمیشن کب قائم ہوا؟

(ب) چیف انفارمیشن کمشنر اور کمیشن میں کام کرنے والے باقی افسران کے نام، کوالیفکیشن، پتاجات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) چیف کمشنر اور انفارمیشن کمشنر کی تقرری کا criterion کیا ہے نیز ان کی ماہانہ تنخواہ باقی مراعات مع گاڑیاں اور ماہانہ پٹرول کتنا ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب انفارمیشن کمیشن 5۔مارچ 2014 کو قائم ہوا۔

(ب) پنجاب انفارمیشن کمیشن میں کام کرنے والے چیف انفارمیشن کمشنر اور باقی افسروں کے نام اور کوالیفکیشن درج ذیل ہے:

1۔ مسٹرمظہر حسین منہاس،چیف انفارمیشن کمشنر ریٹائرڈ
ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ایل ایل بی،بی ایس سی
2۔ مسٹر احمد رضا طاہر،انفارمیشن کمشنر ریٹائرڈ
ایڈیشنل انسپکٹر جنرل آف پولیس MA English
3۔ مسٹر مختار احمد، انفارمیشن کمشنر M. Phil in Development Studies from the Institute of Development Studies (IDS), University of Sussex, UK
4۔ مسٹر امجد ظہور وراثچ،ڈپٹی ڈائریکٹر (ایڈمن فنانس)

(ج) پنجاب انفارمیشن ایکٹ کی دفعہ 5 کے مطابق انفارمیشن کمشنر کی تقرری کا criterion درج ذیل ہے۔

1۔ ایسا فرد جو ہائی کوٹ کا جج رہ چکا ہو یا بننے کی اہلیت رکھتا ہو۔
2۔ ایسا فرد جو پاکستان کی سول سروس میں سکیل 21 یا اس کے مساوی درجے میں ملازم ہو یا اس کا اہل ہو۔
3۔ سول سوسائٹی مین سے ایسا فرد جو 16 سالہ تعلیم کے ساتھ منظور شدہ ادارے سے ڈگری رکھتا ہو اور ابلاغ عامہ، تعلیم یا معلومات تک رسائی کے میدان میں کم از کم پندرہ سالہ تجربے کا حامل ہو۔

چیف انفارمیشن کمشنر اور دیگر دو انفارمیشن کمشنر کی مجموعی طور پر تنخواہ۔/578,110 روپے ہے جبکہ ٹیکس وغیرہ کی کٹوتی کے بعد انہیں۔/482,377 روپے تنخواہ دی جاتی ہے اس کے علاوہ انھیں دیگر کوئی مراعات جیسا کہ گاڑی، ڈرائیور اور ماہانہ پٹرول وغیرہ نہیں دیا جاتا ہے۔

لاہور: اینٹوں کے بھٹوں سے متعلقہ تفصیلات

567: محترمہ نگہت شیخ: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور میں اینٹوں کے کل کتنے بھٹہ جات ہیں نیز یہ کہاں کہاں پر واقع ہیں، ان پر کل کتنے مزدور کام کر رہے ہیں نیز ان مزدوروں کو مالکان بھٹہ کی طرف سے کیا کیا سہولیات فراہم کی گئی ہیں؟

(ب) سال 2014 کے دوران ضلع لاہور میں موجود بھٹوں سے حکومت کو ٹیکس کی مد میں کتنی آمدن ہوئی، بھٹہ وار مکمل تفصیل سے اس ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) ضلع لاہور میں موجود اینٹوں کے بھٹے کتنے رجسٹرڈ ہیں اور کتنے غیر رجسٹرڈ، غیر رجسٹرڈ بھٹوں کو حکومت کب تک رجسٹرڈ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو کیوں، وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) ضلع لاہور میں اینٹوں کے 164 بھٹہ جات فیکٹریز ایکٹ 1934 کے تحت رجسٹرڈ ہیں یہ زیادہ تر جلو موڑ، بیدیاں روڈ، رائیونڈ روڈ، ملتان روڈ، مانگا رائیونڈ روڈ کے علاقہ میں واقع ہیں۔ ضلع لاہور میں موجود اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد تقریباً 17400 ہے۔ زیادہ تر مزدوروں کو بھٹہ مالکان کی طرف سے رہائش کے لئے کوارٹر دیئے گئے ہیں اور تنخواہ دی جاتی ہے۔ دیگر سہولیات مزدوروں کو محکمہ لیبر کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں جیسے محکمہ لیبر کی وساطت سے مزدوروں کے شناختی کارڈ بنوائے گئے ہیں۔ ضلع لاہور میں بھٹہ جات پر جبری مشقت کے خاتمے کے پراجیکٹ کے تحت 62 سکولوں میں بچوں کو تعلیم دی گئی۔ اس کے علاوہ مائیکرو کریڈٹ سکیم کے تحت 2009 سے جون 2014 تک بھٹہ ورکرز کو 5ہزار سے 25 ہزار روپے تک کے بلا سود قرضے فراہم کئے گئے ہیں جس سے مجموعی طور پر 7359 ورکرز مستفید ہوئے جس میں ریکوری کی شرح 99 فیصد رہی۔

(ب) ضلع لاہور میں موجود بھٹوں سے حکومت کو ٹیکس کی مد میں ہونے والی آمدن کی تفصیل محکمہ ٹیکسیشن سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

(ج) ضلع لاہور میں موجود اینٹوں کے بھٹہ جات کی تعداد 164 ہے جو کہ تمام محکمہ محنت وانسانی وسائل کے پاس فیکٹریز ایکٹ 1934 کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔

گوجرانوالہ: محکمہ اطلاعات کے دفاتر سے متعلقہ تفصیلات

1143: چودھری اشرف علی انصاری: کیا وزیر اطلاعات وثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں محکمہ اطلاعات کے دفاتر کہاں پر واقع ہیں، تفصیلات فراہم کریں؟

(ب) دفاتر میں کس گریڈ کی کتنی منظور شدہ اسامیاں ہیں ان میں سے کون سی اسامیاں کب سے خالی پڑی ہیں اور کون سی اسامیاں پر ہیں، تفصیلات فراہم کریں۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں محکمہ اطلاعات (محکمہ تعلقات عامہ) حکومت پنجاب کا ڈویژنل انفارمیشن آفس مکان نمبر 2، سٹریٹ خواجہ فتو منڈی ڈی سی روڈ نزد الائیڈ بنک میں واقع ہے۔

(ب) محکمہ تعلقات عامہ، گوجرانوالہ میں سکیل 1 تا 19 کی 26 منظور شدہ اسامیاں ہیں ان میں سے چار اسامیاں خالی ہیں اور بائیس اسامیاں پُر ہیں۔ منظور شدہ اسامیوں کی گریڈ وار تفصیل درج ذیل ہے:

نام اسامی	سکیل	تعداد اسامی	پُر/خالی	خالی ہونے کی تاریخ
ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز	BS-19	1	خالی	01.07.2015
ڈپٹی ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز	BS-18	2	1خالی	31.03.2012
انفارمیشن آفیسر	BS-17	1	پُر	-------
سپرنٹنڈنٹ	BS-16	1	پُر	-------
اسسٹنٹ	BS-14	1	پُر	-------
سینئر فوٹوگرافر	BS-14	1	پُر	-------
سٹینوگرافر انگریزی/اردو	BS-14	2	پُر	-------
فوٹوگرافر	BS-13	2	پُر	-------
آرٹیکل رائٹر	BS-11	1	خالی	15.05.2015
آپریٹر	BS-10	1	پُر	-------
سینئر کلرک	BS-09	2	پُر	-------
جونیئر کلرک	BS-07	1	پُر	-------
ڈاک روم اٹینڈنٹ	BS-05	1	خالی	14.06.2001
ڈرائیور	BS-03	2	پُر	-------
ہیلپر	BS-02	1	پُر	-------
دفتری	BS-01	1	پُر	-------
نائب قاصد	BS-01	2	پُر	-------
کلینر	BS-01	1	پُر	-------
چوکیدار	BS-01	1	پُر	-------
ڈاک رنر	BS-01	1	پُر	-------
خاکروب	BS-01	1	پُر	-------

گجرات: ورکرز ویلفیئر کے تحت چلنے والے اداروں سے متعلقہ تفصیلات

648: میاں طارق محمود: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گجرات میں ورکرز ویلفیئر بورڈ کے تحت کون کون سے ادارے کہاں کہاں چل رہے ہیں، تفصیل بتائی جائے؟

(ب) مذکورہ اداروں میں صنعتی کارکنان کو کون کون سی سہولیات مہیا کی جا رہی ہیں؟

(ج) ضلع گجرات میں کتنی صنعتیں، بھٹہ خشت اور کارخانے رجسٹرڈ ہیں۔ ان صنعتوں، بھٹہ خشت اور کارخانوں میں کتنے مزدور کام کرتے ہیں؟

(د) رجسٹرڈ صنعتوں، بھٹہ خشت اور کارخانوں سے محکمہ نے یکم جولائی 2013 سے آج تک کس کس مد میں کتنی رقم وصول کی۔

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) پنجاب ورکرز ویلفیئر بورڈ کے تحت اس وقت ضلع گجرات میں 2 سکول کام کر رہے ہیں اور رہائشی سہولت فراہم کرنے کے لئے ایک مدینہ لیبر کالونی گجرات بنائی گئی ہے۔ تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ اداروں میں صنعتی کارکنان کے 2409 بچوں کو مفت تعلیم کے ساتھ ساتھ مفت درسی کتب، کاپیاں، سٹیشنری، یونیفارم اور ٹرانسپورٹ فراہم کی جا رہی ہے۔ مزید برآں مدینہ لیبر کالونی میں مزدوروں کی رہائشی سہولت کے لئے 209 فلیٹس بنائے گئے ہیں۔

(ج) اب تک ضلع گجرات میں ایک ہزار 971 صنعتی ادارے رجسٹرڈ کئے گئے ہیں جن میں کام کرنے والے تحفظ یافتہ کارکنان کی تعداد 17 ہزار، 484 ہے۔ علاوہ ازیں گجرات میں رجسٹرڈ بھٹہ جات کی کل تعداد 268 ہے اور ان میں 4665 مزدور کام کر رہے ہیں۔

(د) محکمہ محنت نے ضلع گجرات میں رجسٹرڈ صنعتوں، بھٹہ خشت اور کارخانوں سے سوشل سکیورٹی کنٹری بیوشن کی مد میں مالی سال 14-2013 میں 11 کروڑ 34 لاکھ 30 ہزار 252 روپے اور ایجوکیشن سیس کی مد میں 9 لاکھ 39 ہزار 565 روپے وصول کئے۔
صنعتوں کے لحاظ سے رجسٹرڈ اداروں سے وصول کی جانے والی رقم کی تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

گجرات: سوشل سکیورٹی ہسپتال اور ڈسپنسریوں سے متعلقہ تفصیلات

649: میاں طارق محمود: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع گجرات میں محکمہ محنت وانسانی وسائل کے کتنے ہسپتال اور ڈسپنسریاں کہاں کہاں واقع ہیں،ہر ہسپتال کتنے بستروں پر مشتمل ہے؟

(ب) ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف کی کون کون سی منظور شدہ اسامیاں ہیں ان اسامیوں کی تفصیل بتائی جائے؟

(ج) ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کو یکم جولائی2012 سے آج تک سالانہ کتنا بجٹ کس کس مد میں دیا گیا؟

(د) ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں مریضوں کو کون کون سی سہولتیں فراہم کی جارہی ہیں۔

(ہ) مذکورہ ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں کون کون سی مسنگ فسلیٹیز ہیں۔کیا حکومت ان میں مسنگ فسلیٹیز مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو کیا وجوہات ہیں۔

وزیر محنت وانسانی وسائل(راجہ اشفاق سرور):

(الف) محکمہ محنت وانسانی وسائل کے ذیلی ادارہ سوشل سکیورٹی کے تحت ضلع گجرات میں50 بستروں پر مشتمل ایک سوشل سکیورٹی ہسپتال،ایک میڈیکل سنٹر اور پانچ ڈسپنسریاں کام کررہی ہیں۔سوشل سکیورٹی ہسپتال اور ڈسپنسریوں کے پتاجات کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ادارہ سوشل سکیورٹی کے زیر نگرانی ضلع گجرات میں کام کرنے والے سوشل سکیورٹی ہسپتال میں کل منظور شدہ اسامیوں کی تعداد97 ہے جبکہ مذکورہ ضلع میں موجود دیگر چھ طبی مراکز میں کام کرنے والے ڈاکٹرز و پیرا میڈیکل سٹاف کی منظور شدہ اسامیوں کی کل تعداد پچاس ہے ان اسامیوں کی شعبہ وار تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ادارہ سوشل سکیورٹی نے ضلع گجرات میں قائم صنعتی وتجارتی مراکز میں کام کرنے والے تحفظ یافتہ کارکنان اور ان کے لواحقین کو مفت علاج معالجہ کی سہولیات فراہم کرنے کے لئے سوشل سکیورٹی ہسپتال گجرات کو سال13۔2012 میں 5کروڑ34لاکھ29ہزار212 روپے اور سال14۔2013 میں5کروڑ58لاکھ40ہزار215روپے دیئے جبکہ مالی سال 15۔2014 میں6کروڑ46لاکھ46ہزار روپے مختص کئے گئے ہیں۔

ضلع گجرات میں موجود سوشل سکیورٹی ڈسپنسریوں کو سال 13-2012میں2کروڑ 51لاکھ5ہزار500روپےاور سال14-2013میں3کروڑ7لاکھ63ہزار 52روپے دیئے اور مالی سال15-2014میں3کروڑ34لاکھ48ہزار61روپے مختص کئے گئے ہیں۔

مذکورہ ضلع میں قائم سوشل سکیورٹی ہسپتال اور سوشل سکیورٹی ڈسپنسریوں کے بجٹ کی مد وار تفصیل ضمیمہ (ج)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) سوشل سکیورٹی ہسپتال، گجرات میں مریضوں کو مفت علاج معالجہ کی درج ذیل سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔

1	ایکسرے	2	ٹی بی کا علاج
3	ای سی جی	4	بلڈ بنک
5	امراضِ جلد کا علاج	6	گائنی
7	الٹراء ساؤنڈ	8	کالے یرکان کا علاج
9	فیملی پلاننگ	10	ویکسینیشن
11	آنکھوں کا علاج	12	مفت ایمبولینس
13	ایمرجنسی کی صورت میں پرائیویٹ علاج کے بلز کی ادائیگی	14	داخل مریضوں کے لئے روزانہ کی بنیاد پر100روپے خرچہ خوراک کی ادائیگی
15	ڈینگی کے مریضوں کا مفت علاج (پرائیویٹ مریض بھی شامل ہیں)		

سوشل سکیورٹی ڈسپنسریوں میں مریضوں کو سہولیات

سوشل سکیورٹی ڈسپنسریوں میں تحفظ یافتہ کارکنان اور ان کے لواحقین کو عمومی علاج معالجہ اور مفت ادویات فراہم کی جاتی ہیں اور ایمرجنسی کی صورت میں سوشل سکیورٹی ہسپتال گجرات میں ریفر کر دیا جاتا ہے فری ادویات کے علاوہ سوشل سکیورٹی ڈسپنسریوں میں فری لیبارٹری ٹیسٹ،ہیپاٹائٹس سی کے انجکشن اور فری ایمبولینس کی سہولت بھی میسر ہے۔

(ہ) سوشل سکیورٹی ڈسپنسریوں میں مریضوں کو صرف مفت ادویات اور ٹیسٹ(ایکسرے، ای سی جی اور شوگر وغیرہ)کی سہولیات میسر ہیں جبکہ پیچیدہ امراض کی صورت میں سوشل سکیورٹی ہسپتال میں ریفر کر دیا جاتا ہے۔

سوشل سکیورٹی ہسپتال گجرات میں اس وقت ٹی بی، آرتھوپیڈیک، نیوروسرجری، کارڈیک، آنکالوجی اور ڈائیلسز وغیرہ کی سہولیات موجود نہ ہیں البتہ ان شعبہ جات سے متعلقہ مریضوں کو نواز شریف سوشل سکیورٹی ہسپتال لاہور یا کسی دوسرے قریبی ہسپتال میں ریفر کر دیا جاتا

ہے جہاں ان بیماریوں کے علاج کی سہولت موجود ہو اور علاج کی مد میں اٹھنے والے اخراجات کو محکمہ خود برداشت کرتا ہے۔

ہسپتال ہذا اور ڈسپنسریوں میں جو شعبہ جات اور سہولیات موجود نہ ہیں محکمہ کے سالانہ بجٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے ان نئے شعبہ جات کے قیام کی حسب ضرورت منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔

پنجاب ایمپلائز سوشل سکیورٹی انسٹیٹیوٹ فیصل آباد میں ورکرز کے علاج سے متعلقہ تفصیلات

651: میاں طاہر: کیا وزیر محنت و انسانی وسائل ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سال 2014 میں پنجاب ایمپلائز سوشل سکیورٹی انسٹیٹیوٹ نے ضلع فیصل آباد کے کتنے ورکرز کو بیماری کی صورت میں 21 دن کی اجرت کا 75 فیصد معاوضہ ادا کیا، کتنے رجسٹرڈ کارکنوں کی درخواستیں موصول ہوئیں، کتنوں کو ادائیگی کی گئی تفصیل بتائیں؟۔

(ب) ضلع فیصل آباد کے رجسٹرڈ ورکرز کو کام کے دوران زخمی اور انتقال کرنے کی صورت میں پنشن کی مد میں اجرت کے مساوی کتنی رقم سال 2014 میں ادا کی گئی تفصیل بتائیں؟

(ج) سال 2014 میں کتنے رجسٹرڈ ورکرز کا ناگزیز حالات میں دوسرے ہسپتالوں میں علاج کروایا گیا، ان کے علاج پر کتنے اخراجات ادا کئے گئے تفصیل بتائیں؟

(د) کیا مذکورہ عرصہ میں کوئی ایسا ورکر تھا جس کا علاج طبی سہولیات ملک میں نہ ہونے کی وجہ سے بیرون ملک کروایا گیا تو نام ولدیت، فیکٹری جہاں ملازم ہے کا نام، ورکرز کا عہدہ اور اس پر خرچ کردہ رقم کی تفصیل بتائیں؟

(ہ) پنجاب سوشل سکیورٹی نے ضلع فیصل آباد میں سال 2014 کے دوران کتنے ہسپتالوں میں داخل یا ٹی بی اور کینسر کے مریض رجسٹرڈ کارکنوں کو خوراک کے لئے یومیہ خرچہ ادا کیا، ان کے نام، ولدیت اور خرچہ کی رقم کی تفصیل بتائیں؟

وزیر محنت و انسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) ادارہ پنجاب سوشل سکیورٹی تحفظ یافتہ کارکنان کو 121 دن تک عام بیماری کی صورت میں اجرت کے 75 فیصد کے مساوی معاوضہ کی ادائیگی کرتا ہے اور اس سہولت سے مستفید

ہونے کے لئے ضلع فیصل آباد میں رجسٹرڈ ورکرز کی جانب سے سال 2014 میں کل 2,537 درخواستیں موصول ہوئیں اوران میں سے 2,529 ورکرز کوادائیگی کردی گئی ہے۔

(ب) ادارہ سوشل سکیورٹی کی جانب سے ضلع فیصل آباد میں رجسٹرڈ ورکرز کے دوران کار زخمی ہونے یاانتقال کر جانے کی صورت میں ان کے لواحقین کو سال 2014 میں پنشن کی مد میں -/2,49,64,119 روپے ادا کئے۔

(ج) سال 2014 میں 1,143 رجسٹرڈ ورکرز کو ناگزیر حالات کے پیش نظر دوسرے ہسپتالوں میں ریفر کیا گیااوران کے علاج پر مبلغ -/23,44,286 روپے خرچ ہوئے۔

(د) سال 2014 کے دوران ضلع فیصل آباد کے کسی بھی ورکر کو علاج کی غرض سے بیرون ملک نہ بھیجا گیا ہے۔

(ہ) سوشل سکیورٹی ہسپتال فیصل آباد میں سال 2014 کے دوران 6,380 داخل مریضوں کو 100 روپے یومیہ خرچہ خوراک ادا کیا گیااور اس پر -/38,94,800 روپے خرچ ہوئے جبکہ کینسر اور ٹی بی کے 35 داخل مریضوں کو 16 ہزار 500 روپے خرچہ خوراک کی مد میں ادا کئے گئے۔ٹی بی اور کینسر کے داخل مریضوں کے نام ولدیت اور خرچہ خوراک کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

واضح ہو کہ ضلع فیصل آباد میں سوشل سکیورٹی ہسپتال فیصل آباد کے علاوہ دو گورنمنٹ ہسپتال (سول اور الائیڈ ہسپتال) ہیں جن میں علاج معالجہ کے لئے رجسٹرڈ کارکنوں کو ریفر کیا جاتا ہے۔سول اور الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں داخل مریضوں کو خوراک مہیا کی جاتی ہے، خرچہ خوراک ادا نہیں کیا جاتا۔

سوشل سکیورٹی ہسپتال ننکانہ صاحب سے متعلق تفصیلات

704: جناب طارق محمود باجوہ: کیاوزیر محنت وانسانی وسائل ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سوشل سکیورٹی ہسپتال ننکانہ صاحب میں کون کون سے شعبہ جات ہیں، ہر شعبہ میں منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں اور کون کون سی خالی ہیں؟

(ب) جن اسامیوں پر عملہ تعینات نہ ہے اس کی کیا وجہ ہے اور حکومت کب تک پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ج)　مریضوں کو وہاں کون کون سی سہولیات ہیں اور علاج کی فراہمی کا معیار کیا ہے؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف)　ننکانہ صاحب میں سوشل سکیورٹی ہسپتال موجود نہیں۔ البتہ ایک سوشل سکیورٹی ڈسپنسری جو کہ حسیب وقاص شوگر ملز، ننکانہ صاحب میں ہے اور ایک سوشل سکیورٹی ایمر جنسی سنٹر، ننکانہ صاحب شہر میں ہے جن میں او پی ڈی، ادویات اور فرسٹ ایڈ ایمر جنسی کی سہولت موجود ہے جن کی منظور شدہ اسامیوں اور خالی اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

شوشل سکیورٹی ڈسپنسری، حسیب وقاص شوگر ملز، ننکانہ صاحب

نمبر شمار	نام اسامی	تعداد اسامی	ورکنگ	خالی
1	میڈیکل آفیسر	1	1	0
2	ڈسپنسر	4	2	2
3	ڈرائیور	1	1	0
4	نائب قاصد	1	1	0
5	چوکیدار	1	1	0
6	سویپر	1	1	0

سوشل سکیورٹی ایمر جنسی سنٹر، ننکانہ صاحب

نمبر شمار	نام اسامی	تعداد اسامی	ورکنگ	خالی
1	ڈسپنسر	1	1	0
2	نائب قاصد کم چوکیدار	1	0	1
3	سویپر	1	1	0

(ب)　جن خالی اسامیوں پر عملہ تعینات نہ ہے جب حکومت اجازت فرمائے گی تو خالی اسامیاں پُر کر لی جائیں گی۔ البتہ خالی اسامیوں پر کام کی نوعیت کے باعث عارضی عملہ کام کر رہا ہے۔

(ج)　ننکانہ صاحب میں موجود سوشل سکیورٹی ڈسپنسری اور ایمر جنسی سنٹر میں مریضوں کو جو سہولیات میسر ہیں ان میں آوٹ ڈور پیشنٹ ڈیپارٹمنٹ،، مفت ادویات کی فراہمی، ایمبولینس اور ایمر جنسی کی صورت میں ابتدائی طبی امداد کی سہولیات وغیرہ شامل ہیں۔

لیبر کالونیوں میں پلاٹ / مکان سے متعلقہ تفصیلات

869: جناب امجد علی جاوید: کیا وزیر محنت وانسانی وسائل از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف)　کیا یہ درست ہے کہ لیبر کالونیوں میں جو پلاٹ اور مکان یا فلیٹ مزدوروں کو فراہم کئے جاتے ہیں انہیں ایک خاص مدت کے بعد مالکانہ حقوق عطا کرنے کی محکمانہ پالیسی موجود ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو تفصیلات فراہم کی جائیں کہ یہ پلاٹ اور مکان کے مالکانہ حقوق ایک ہی اصول یا پالیسی کے تحت مزدوروں کو عطا کئے جاتے ہیں یا مختلف سکیموں اور پالیسی کے تحت عطا کئے جاتے ہیں اگر ایسا ہے تو تفصیلات سے آگاہ کیا جائے کہ یونیفارم پالیسی اختیار نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (راجہ اشفاق سرور):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ جولیبر کالونیز 2002 سے پہلے ماہانہ اقساط کی بنیاد پر الاٹ کی گئی تھیں ان کے الاٹیز کو 20 سال کی مدت کے بعد مالکانہ حقوق دیئے جانے کی پالیسی ہے۔

(ب) جی ہاں! ایک ہی پالیسی 2002 کے تحت تمام الاٹیز کو مالکانہ حقوق دیئے جاتے ہیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: دیکھیں آپ نے پہلے بھی بہت وقت لیا ہے کسی اور کا بھی اس ایوان پر حق ہے کہ نہیں یا میرا اور آپ کا ہی حق ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کا کیا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟ اگر valid ہوگا تو سنوں گا۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! ہم لوگ معزز ممبران نشان زدہ سوال کرتے ہیں تو وہ ہمارے سوال غیر نشان زدہ ہو کر آجاتے ہیں تو میں آپ سے اس پر ruling چاہتا ہوں کہ کیا یہ اسمبلی سٹاف جو ہے اُن کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ہمارے نشان زدہ سوالوں کو غیر نشان زدہ کر دیں اگر ہے تو وہ کس rule کے تحت ہے؟

جناب سپیکر: مجھے اختیار ہے میں اس کو استعمال کر سکتا ہوں۔

پوائنٹ آف آرڈر

محترمہ شُنیلا رُوت: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ شُنیلا رُوت: جناب سپیکر! میں دو باتیں کرنا چاہتی ہوں پہلی بات تو یہ کہ آج سے کوئی 10 سے 15 دن پہلے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، توجہ دلاؤ نوٹس اور تحریک التوائے کار کے بعد جو صاحبان اور نج لائن کے بارے میں بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام لکھوا دیں تمام معزز ممبران جو میں نے بات کی ہے اسے سن رہے ہیں؟ آپ میں سے جو بحث میں حصہ لینا چاہتا ہے وہ اپنے نام اسمبلی سیکرٹری کے پاس لکھوا دیں۔

محترمہ شُنیلا رُوت: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ کچھ دن یعنی کوئی 10 سے 15 دن پہلے میں نے اس ایوان میں ثناء شاہد سے متعلق ایک سوال اُٹھایا تھا اور منسٹر صاحب نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک ہفتے کے اندر اندر اس کا جواب لے کر آئیں گے۔

جناب سپیکر: محترمہ کس کے بارے میں پوچھ رہی ہیں؟

سیالکوٹ دیاتی پورہ کی رہائشی کرسچئن نابالغ ثناء شاہد کی زبردستی شادی

(----جاری)

محترمہ شُنیلا رُوت: جناب سپیکر! ثناء شاہد بچی تھی جسے اغواء کر کے زبردستی اُس کی شادی کروا دی گئی اور اُس کا مذہب تبدیل کروایا گیا تو منسٹر صاحب نے on the floor of the House یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اُس بچی کو لے کر آئیں گے اور ابھی تک اُس پر بس آئیں بائیں شائیں ہو رہی ہے۔ اُس پر ابھی تک کوئی کام نہیں ہوا اس کو یقینی بنایا جائے یہ بڑی زیادتی ہے یہ ثناء شاہد ایک واحد لڑکی نہیں ہے بلکہ بہت سی ایسی بچیاں جو اس قسم کے ظلم کا نشانہ بن رہی ہیں۔ پنجاب میں ہندو لڑکیاں، مسیحی لڑکیاں، جن کے ساتھ زبردستی کی جاتی ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ آپ اس کا نوٹس لیں اور آپ کی وساطت سے میں وزیر قانون اور اقلیتی امور کو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس بچی کو پیش کیا جائے اس کے ساتھ ساتھ ایک advertisement ہے جو کہ Punjab constabulary نے یہ فیصل آباد میں شائع کی ہے اور اس میں انہوں نے تقریباً آٹھ اسامیوں کا ذکر کیا ہے کہ لوگ اُس پر apply کریں۔

جناب سپیکر: جی، کون apply کریں؟

محترمہ شُنیلا رُوت: جناب سپیکر! درجہ چہارم کے لوگ یہ میرے پاس 28 تاریخ کی جنگ اخبار کی کٹنگ ہے۔

جناب سپیکر: بتائیں اس میں کیا ہے؟

محترمہ شُنیلارُوت: جناب سپیکر! میں بتاتی ہوں یہ Punjab constabulary فاروق آباد ڈسٹرکٹ شیخوپورہ میں یہ advertisement دی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ آٹھ اسامیاں ہیں لیکن صرف سینٹری ورکرز اور سویپرز کی جو اسامیاں ہیں وہ انہوں نے کہا کہ یہ صرف Non-Muslims کے لئے مختص ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ اس طرح سے Non-Muslims کی تذلیل کی جاتی ہے جبکہ میرے علم میں ہے کہ پنجاب حکومت نے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے جہاں پر انہوں نے یہ کہا کہ 5 فیصد کوٹا مختص ہوگا اور تمام Grades میں ہوگا۔ جب یہ لکھ دیا جاتا ہے اور ہماری community تو پہلے ہی بڑی پسماندہ ہے اُن کو اور زیادہ vulnerable دیا جاتا ہے اس کا نوٹس لیا جائے اور میں آپ کے توسط سے پنجاب حکومت کو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہاں پر 5 فیصد کوٹے کا ذکر ہونا چاہئے، اس میں کوئی ذکر نہیں ہے یہ advertisement میرے پاس موجود ہے اس میں وہ آٹھ اسامیاں ہیں جس میں دھوبی ہیں، کارپینٹر اور قسم کے لوگ بھی ہیں لیکن جہاں پر سینٹری ورکرز اور سویپرز کا ذکر ہے وہاں پر صرف غیر مسلم لکھا ہوا ہے تو یہ آئین کی بھی خلاف ورزی ہے یہ 25(1) Constitution کی صریحاً خلاف ورزی ہے اس میں جو ہماری community ہے اُس کی بڑی تذلیل ہوتی ہے۔ میری یہ درخواست ہے کہ اس کو دوبارہ سے advertise کیا جائے اور 5 فیصد کوٹا جو مختص کیا گیا ہے اُس کے مطابق جو تمام Non-Muslims ہیں وہ ہر شعبے میں apply کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: ابھی لاء منسٹر صاحب آجاتے ہیں ہم اُن سے پوچھتے ہیں آئین کے مطابق تمام پاکستانیوں کے حقوق ایک جیسے ہیں۔

محترمہ شُنیلارُوت: جناب سپیکر! آئین کے مطابق ہونا چاہئے۔ بہت شکریہ

جناب جاوید اختر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وہ آپ سے پہلے کھڑے ہوئے ہیں۔

جناب جاوید اختر: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں آپ کی اور پورے ایوان کی توجہ ایک اہم معاملہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں معاملہ یہ ہے کہ ہائر ایجوکیشن اور ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جو seats,posts advertise ہوتی ہیں ایم اے اکنامکس کے لئے کوئی post create کی گئی ہے اور نہ ہی advertise ہوتی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں طلباء نوکریوں سے محروم ہیں جنہوں نے ایم اے اکنامکس کیا ہوا ہے وہ

رُل رہے ہیں اور سینکڑوں کی تعداد میں اسامیاں مختلف کالجز میں خالی پڑی ہوئی ہیں اس کے لئے آپ کا اور ہمارا سب کا فرض بنتا ہے اُن کے لئے کچھ کریں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب ان کی بات کو نوٹ کریں۔ جی، جناب احمد شاہ کھگہ!

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے پورے پنجاب کا ایک مسئلہ ہے۔ چند ماہ پہلے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ ہمارے جتنے زرعی بنک ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ وہ زمینداروں کے لئے ماں کی حیثیت رکھتے ہیں، ان زمینداروں کو قرضے ڈبل دیئے جائیں۔ میں اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ پورے پنجاب میں جتنے زرعی بنک ہیں ان میں دسمبر سے لے کر آج تک پیسا ہی نہیں ہے۔ اس حوالے سے زمیندار بہت پریشان ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے زمینداروں کے بارے میں اعلان کیا تھا کہ زرعی بنک سے قرضے ملیں گے تو میری گزارش یہ ہے کہ وفاق سے اس سلسلے میں سفارش کی جائے کہ وہاں بنکوں کو فنڈز فراہم کئے جائیں تاکہ زمینداروں کو آسانی ہو۔ مہربانی

جناب آصف محمود: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، جناب آصف محمود!

جناب آصف محمود: جناب سپیکر! میں اس ایوان کی توجہ ایک اہم نوعیت کے مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ 12۔ فروری کے "جنگ" اخبار میں ایک خبر آئی جس میں انہوں نے حوالہ دیا کہ راولپنڈی میں پی آر او فخر سلطان نے ایک خط اسرار عباسی سی پی او راولپنڈی کو لکھا جس کا متن یہ تھا کہ راولپنڈی کے دو تھانوں کے ایس ایچ اوز ڈکیت گینگ چلا رہے ہیں اور ان کے جرائم پیشہ افراد کے ساتھ رابطے ہیں۔ میں گزشتہ دو سالوں سے کوشش کر رہا ہوں کہ اس ایوان اور وزیراعلیٰ کی توجہ اس طرف دلاؤں۔ راولپنڈی کے اندر جو پولیس کی performance ہے، اکثر اخباروں کے اندر بھی خبریں آتی رہتی ہیں کہ راولپنڈی کے تھانوں کے انتہائی بُرے حالات ہیں۔ جہاں پولیس کی picket لگی ہو، جہاں محافظ کے اہلکار کھڑے ہوں وہاں پر جرائم کی شرح میں اضافہ ہو جاتا ہے، چوریوں اور ڈکیتیوں کے اندر اضافہ ہو جاتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ لاء منسٹر صاحب اس کا نوٹس لیں اور براہ مہربانی راولپنڈی کو کراچی بننے سے روکا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ابھی پوچھتے ہیں۔ جی، محترمہ سعدیہ سہیل رانا!

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! ایک چھوٹا سا حادثہ ہوا میں اس کی تفصیل بتاتی ہوں۔ ایک نوشین نوید نام کی خاتون ہے، ایک حادثے میں ان کے شوہر اور اکلوتے بیٹے کی death ہو گئی۔ اب وہ خاتون اور ان کی دو بیٹیاں اکیلی ہیں۔ ان کا ایک شوروم تھا جو جیل روڈ پر کوالٹی موٹرز کے نام سے تھا۔ پہلے گورنمنٹ نے تیس تیس میٹر کی جگہ چھوڑی تھی تاکہ نالے کے ارد گرد صفائی کرنے میں آسانی ہو لیکن آہستہ آہستہ وہاں زمینیں فروخت ہونے لگیں جب ان کا شوروم بنا تو انہوں نے بھی خریدا اور وہ شوروم بہت چل رہا ہے۔ وہ شوروم اس بیوہ خاتون اور اس کے یتیم بچوں کا واحد سہارا ہے۔ اب اچانک گورنمنٹ نے فیصلہ کیا کہ وہاں جتنی بھی encroachment ہوئی تھی جو بلڈنگز بنی ہوئی تھیں وہ نالے میں شامل کر دی جائیں اور وہ شوروم بھی اس نالے میں آ رہا ہے۔ اس کی اصل قیمت 10 کروڑ روپے ہے جبکہ ان کو اس شوروم کے جس پر ان کی زندگی کا سارا دارومدار ہے صرف ایک کروڑ 50 لاکھ روپے دیئے جا رہے ہیں۔ اب اگر یہ ظلم ہو گا تو یہ عورت اور اس کے یتیم بچے سڑک پر آ جائیں گے۔ پہلے بھی ان کے سسرال والوں نے سب کچھ چھین لیا اور اب صرف ان کا یہ واحد ذریعہ آمدن ہے۔ اگر گورنمنٹ وہاں سے encroachment ختم کرنا چاہتی ہے تو بہت اچھی بات ہے وہ کرے، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ جو چیزیں غلط ہوئیں ان کو ختم ہونا چاہئے لیکن انہوں نے تو وہ خریدا تھا لہٰذا ان کو market value کے حساب سے 10 کروڑ روپے payment ہونی چاہئے۔ چلیں، 7 کروڑ کر دیں، 6 کروڑ کر دیں۔ یہ یتیم عورت ہے اور اس نے اپنا جوان بیٹا کھویا ہوا ہے، اپنا شوہر کھویا ہوا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں خود کو آگ لگا لوں گی اور خودکشی کر لوں گی اگر میرے ساتھ گورنمنٹ نے یہ ظلم کیا۔ آپ سے استدعا ہے کہ خدا کے لئے اس ظلم کو دیکھئے اور ان کو وہی رقم جو market value ہے ادا کی جائے یا اس کے شوروم کو بخش دیا جائے۔ شکریہ

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، میاں خرم جہانگیر وٹو!

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! آپ کی مہربانی اور شفقت سے آج اورنج لائن ٹرین پر discussion رکھی گئی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: اس کی بات میں ابھی نہیں سنوں گا۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: اس کے علاوہ میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو ایگریکلچر سیکٹر ہے اور خاص طور پر جو آلو کے growers ہیں جن کی اس وقت production ہو رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: تو پھر آپ اس دن تشریف لاتے جس دن ایگریکلچر پر بحث تھی اگر آپ کو اتنی ہمدردی تھی تو اس دن آپ کو آنا چاہئے تھا اور بحث میں حصہ لینا چاہئے تھا۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! اس پر کوئی دن مقرر کر لیں۔۔۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! انہیں بولنے دیں جو بول رہے ہیں اور ان کو سن لیں۔

جناب سپیکر: کس بات پر بولنے دوں، یہ کیا طریقہ ہے بولنے کا؟ جی، بڑی مہربانی۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! آلو کے لئے کوئی دن مقرر کر لیں۔

جناب سپیکر: نہیں، ایگریکلچر میں سب کچھ آتا ہے۔ اگر اس دن آپ تشریف لاتے اس پر بحث کرتے۔۔۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! ایگریکلچر کے حوالے سے علیحدہ بحث ہے اس وقت جو پروڈکشن ہو رہی ہے وہ آلو کی ہو رہی ہے۔ اس وقت آلو باہر آ رہا ہے، آلو کا ریٹ نہیں ہے، انڈیا سے آلو import ہو رہا ہے، آلو کا grower بے چارہ رو رہا ہے اس کو ریٹ نہیں مل رہا ہے اور گورنمنٹ کی کوئی patronage نہیں ہے۔ اس میں کوئی political point scoring قطعاً نہیں ہے یہ صرف اور صرف پنجاب کے جو پانچ سات اضلاع ہیں ان کا مسئلہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: میرے پیارے بھائی! اگر آپ کو کسان سے محبت ہوتی تو یقینی طور پر جس دن اس کی بحث رکھی گئی تھی اُس دن آتے، اُس دن آپ تشریف کیوں نہیں لائے؟ آپ عوام کے نمائندے ہیں آپ کو آنا چاہئے تھا۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! ایگریکلچر کی بحث الگ ہے اور آلو کی discussion علیحدہ سے رکھنی چاہئے چونکہ اس وقت فوری طور پر اس کا معاملہ چل رہا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس ایوان کو اس معاملے کو ignore کرنا چاہئے، زمینداروں کو ignore کرنا چاہئے۔۔۔

جناب سپیکر: زمینداروں کو ignore میں کر رہا ہوں یا آپ کر رہے ہیں؟ آپ نے بحث میں حصہ نہیں لیا۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! وہی تو میں request کر رہا ہوں کہ آپ آلو کے لئے ایک دن مقرر کریں اس کی پالیسی کے لحاظ سے، اس کی export کے لحاظ سے اور اس کی import کے لحاظ سے۔ ہم کس لحاظ سے انڈیا سے آلو import کر رہے ہیں جب آپ کا grower مر رہا ہے، جب آپ کے grower کو ریٹ نہیں مل رہا ہے؟ آلو کے grower کا ٹھیکے سمیت 70 ہزار روپے خرچہ ہے اور اس وقت سات، آٹھ سو اور ساڑھے آٹھ سو روپے ریٹ چل رہا ہے۔ اب یہ بتائیے کہ farmer بے چارہ کس کے سامنے جا کر فریاد کرے؟ آپ کے حکومتی ممبران بھی یہ چاہتے ہیں کہ اس پر بحث ہو، اپوزیشن والے بھی یہ چاہتے ہیں کہ اس پر بحث ہو تو جب سارا ایوان چاہتا ہے تو اس پر بحث رکھی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر: کیا یہ ایگریکلچر کا حصہ نہیں ہے؟ آپ تشریف رکھیں، بڑی مہربانی۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں میاں خرم جہانگیر وٹو کے نوٹس میں یہ لانا چاہوں گا کہ جس دن ایگریکلچر پر at length discussion ہوئی تھی اور اس کے لئے دو دن وقف کئے گئے تھے ان دو دنوں میں آلو پر بھی بات ہوئی، Paddy پر بھی بات ہوئی۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جتنے ہمارے اپوزیشن کے دوست ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ نوٹ exchange کر لیا کریں کیونکہ کسی بھی چیز کی repetition بہتر نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر! میں صرف یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ میاں خرم جہانگیر وٹو کو یہ عرض کر دوں کہ اس پر at length discussion ہو چکی ہے۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اس issue کو کمیٹی کو بھجوا دیا جائے گا۔ وہ آپ کمیٹی کو بھیج دیں اور میاں خرم جہانگیر وٹو کو بھی بتا دیں، مجھے بھی بتا دیں کہ ایگریکلچر والا issue سٹینڈنگ کمیٹی کو بھیجا جا رہا ہے۔ سٹینڈنگ کمیٹی میں جو لوگ۔۔۔

جناب سپیکر: یہ آپ اور ممبران کر سکتے ہیں۔

ملک محمد وارث کلو: وہ کمیٹی جو کرے گی اس کی سفارشات پر عمل کیا جائے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ اس پر at length بحث ہوئی ہے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ زراعت اتنا وسیع subject ہے، میں بھائی صاحب کا احترام کرتا ہوں وہ بہت قابل احترام ہیں یہ ایوان جس میں پونے چار سو ممبران ہیں جو آتے بھی نہیں

ہیں، وزراء بھی نہیں آتے کیا ہم سمجھتے ہیں کہ صرف ایک دن ہم زراعت پر بحث کریں؟ ہم تو پورا ہفتہ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: اس پر دو دن دیئے تھے آپ ایک دن کی بات کرتے ہیں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! ہم ایک دن یا دو دن زراعت پر بحث کر کے یہ سمجھیں کہ ہم نے پورے پنجاب کی زراعت کا مسئلہ حل کر دیا؟

جناب سپیکر: وہ کمیٹی کے سپرد ہو چکا ہے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس وقت آلو کی production ہو رہی ہے اگر اس پر فوری طور پر ایک دن مقرر کر لیا جائے، ایک دن مکئی پر مقرر کر دیا جائے، ایک دن باقی vegetables پر مقرر کر دیا جائے اور ایک دن fertilizer پر مقرر کر دیا جائے۔ آپ کی fertilizers کمپنیاں جو منافع کما رہی ہیں تو ایک دن ان پر مقرر کریں۔۔۔

جناب سپیکر: سبزیاں اور مکئی وغیرہ بھی ایگریکلچر میں آتیں ہیں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! اگر اس پر ایک دن مقرر ہو جائے تو اس میں کسی کا نقصان نہیں ہو گا۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی بڑی مہربانی، تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وہ پوائنٹ آف آرڈر پر آ گئے ہیں۔ جی، آپ فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات و ثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ بالکل پنجاب ایک زرعی صوبہ ہے اور الحمدللہ پوری دنیا میں جس طرح پاکستان اور بالخصوص پنجاب کا نام ہے، چاہے گندم، کپاس یا مونجی کی پیداوار ہو، اپوزیشن بھی ہمارے لئے انتہائی قابل احترام ہے لیکن میں ادب سے گزارش کروں گا کہ جس دن آبپاشی پر بحث ہونی تھی اور اس دن بھی معزز ممبران موجود تھے لیکن کسی میرے معزز بھائی نے کورم پوائنٹ آؤٹ کر کے اس بحث کو بھی ختم کروا دیا۔ اس کے بعد زراعت پر دو دن بحث کے لئے رکھے گئے ہیں اور ہمارے جو تمام معزز ممبران موجود تھے اور جب منسٹر صاحب اس بحث کو finalize کر رہے تھے تو almost ہماری اپوزیشن کے معزز ممبران کی رائے کو point to point discuss بھی کیا گیا اور ان کی رائے کو مدنظر رکھتے ہوئے

مزید suggestions بھی طے کی گئیں لیکن اس کے باوجود ہر معزز ممبر کے پاس یہ right ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ زمیندار کو facilitate کرنا چاہئے جس طرح سے زمیندار کا شوگر کین کا issue تھا تو الحمد للہ ہم نے وہ resolve کیا اور اسی طرح گندم کا مسئلہ بھی حل کیا۔اب اگر کسان package بھی آتا ہے تو اس کو تو سمجھیں کہ ہم کر رہے ہیں اور اگر آپ مزید کچھ کروانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ضرور تجاویز دیں لیکن ہر بار یہی کہنا کہ جب ہم آئیں اور جو ہم کہیں وہ ٹھیک ہے تو یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ معزز ممبران اس دن موجود ہوتے تو بڑی اچھی بحث ہونی تھی اور ہم نے مزید ان کے قیمتی مشوروں سے مستفید ہونا تھا لیکن کاش! اگر وہ وقت نکالیں یا اس چیز کو تھوڑا سا serious لے لیا کریں کیونکہ جب کسی issue پر ایوان کے اندر ایک دن declare کر دیا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پر معزز ممبران کی توجہ بھی ہوتی ہے اور ان کی خواہش بھی ہوتی ہے کہ یہاں پر ایک healthy discussion ہو اور اس کے بعد آپ کی supervision میں اچھے فیصلے بھی ہو سکیں۔بہت شکریہ

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! اگر پورے سال میں زراعت کے لئے دو دن مختص کر دیئے گئے ہیں تو یہ کوئی 400 ممبران کے ایوان کے لئے کافی نہیں ہے۔اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ پورے پنجاب کے معزز ممبران کی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: اب ایسے نہیں کہا جا سکتا، بہت سارے معزز ممبران نے بحث میں حصہ لیا ہے۔آپ کی یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ ہر crop کا ایک production season ہوتا ہے۔آج آلو کا production season ہے اس کے بعد maize کا production season ہوگا جب آج آلو پیدا ہو رہا ہے تو اگر آج ہی معزز ممبران discuss نہیں کریں گے تو کیا چھ مہینے بعد کریں گے؟ آج ذکر صرف آلو کا ہو رہا ہے لیکن جب آلو کی فصل تباہ ہو جائے گی۔۔۔

جناب سپیکر: جی، یہ کمیٹی میں بیٹھ کر فیصلہ ہوا تھا کہ یہ، یہ دن اس پر بحث کے لئے مقرر کیا جائے گا لیکن ایگریکلچر پر دو دن بحث ہوئی ہے۔اب آپ گھر بیٹھے رہے تو میں کیا کروں؟

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! اس میں میری التماس ہے کہ آلو پر ایک دن بحث کے لئے مقرر کر لیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی بڑی مہربانی، آپ جو کہنا چاہتے ہیں وہ ساری باتیں پہلے یہاں ہو چکی ہیں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! اس پر ہماری آواز کو بند نہیں کیا جا سکتا۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی آواز کو کون بند کر رہا ہے؟ آپ کی آواز کو کوئی بند نہیں کر رہا لیکن مناسب وقت پر آپ کی بات مناسب لگتی اب نہیں ہے۔ اب آپ ایسے نہ کریں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ ایک دن مقرر کر لینے سے اس ایوان کا کوئی نقصان نہیں ہو گا۔۔۔

جناب سپیکر: چلیں! ہم پتا کرتے ہیں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! اس سے نہ صرف اس ایوان بلکہ پورے پنجاب کے کسانوں اور آلو کے کاشتکاروں کا فائدہ ہو گا۔۔۔

وزیر کانکنی و معدنیات (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر کانکنی و معدنیات (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! جی۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! اب آپ تشریف رکھیں۔ مجھے ان کی بات سننے دیں۔

وزیر کانکنی و معدنیات (جناب شیر علی خان): جناب سپیکر! شکریہ۔ اپوزیشن کے معزز ممبران کا زراعت کے متعلق جو concern ہے وہ اپنی جگہ پر ہے لیکن آپ نے زراعت پر بحث کے لئے جو دن مختص کئے تھے اس میں جتنی تجاویز دی گئیں وہ وزیر زراعت نے یہاں پر بیٹھ کر سنیں اور وہ حکومت کے notice میں ہیں۔ اس میں آلو پر بھی بڑی مفصّل بحث ہوئی اور معزز ممبران نے اپنی تجاویز دیں اور یہ کہنا کہ ان کی connivance پر آلو پر بحث کے لئے ایک دن مقرر کیا جائے تو اگر اسی طرح اجلاس کے 100 دن مقرر ہیں اور اگر 100 فصلوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دن بحث کے لئے رکھے جائیں تو میرا خیال ہے کہ پورے 100 دن بحث صرف ان فصلوں پر ہو گی لیکن اور بھی بہت سارے مسائل ہیں جن پر بحث ہونا بہت ضروری ہے اس لئے ان کو ان دنوں میں آنا چاہئے تھا اور اس میں دلچسپی لینی چاہئے تھی۔ اگر یہ اس دن بحث میں حصہ نہیں لے سکے تو یہ لکھ کر ہمیں اپنی تجاویز دے دیں، ہم ان کی تجاویز حکومت کے نوٹس میں لائیں گے اور منسٹر ایگریکلچر اس پر اپنی رائے بھی اس ایوان میں دیں گے۔ بہت شکریہ

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ ضد اور اَنا کا مسئلہ چھوڑیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کیا کر رہے ہیں، آپ کمال کر رہے ہیں اور آپ کی عجیب بات ہے؟

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! آپ کے کسان کا آلو تباہ ہو رہا ہے پنجاب کے پانچ سات اضلاع جو آلو پیدا کرتے ہیں ان کے زمیندار بے چارے رو رہے ہیں۔ اگر آج ہم ان کی آواز نہیں اٹھائیں گے تو کب اٹھائیں گے وہ ہم سے پوچھیں گے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: ان کو یہ بھی پتا ہونا چاہئے کہ جب اس پر بحث ہو رہی تھی تو آپ اس وقت کدھر تھے؟ آپ اس وقت کہاں تھے، آپ کیا بات کرتے ہیں۔ وہ آپ سے یہ پوچھیں گے کہ آپ اس وقت کدھر تھے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! آج آلو کا production season ہے تو مہربانی کر کے ایک دن بحث کے لئے رکھ دیں۔ اس سے ایوان کا کوئی نقصان نہیں ہو گا۔۔۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اب آپ تشریف رکھیں یہ سارا ایوان صرف آپ کے لئے نہیں ہے۔ اب مجھے ان کی بات سننے دیں۔ جی، ملک محمد وارث کلو! فرمائیں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! آپ اس سٹینڈنگ کمیٹی میں کچھ grower کو بھی ڈالنے کا حکم دیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، سٹینڈنگ کمیٹی موجود ہے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میری تجویز یہ ہے کہ میاں خرم جہانگیر وٹو کو آپ اس کمیٹی میں ڈالیں اور وہ اس میں اپنا contribute کریں، جس طرح گنے کے زمیندار ہیں اور جس طرح پیڈی کے زمیندار ہیں تاکہ وہاں at length discussion ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، ان کو ضرور ڈالیں گے۔ پہلے میرا ارادہ تو یہی تھا اب پتا نہیں کہ وہ contribute کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! یہ کمیٹیاں بنتی رہتی ہیں اور اس ایوان میں کمیٹیوں کے اجلاس نہیں ہوتے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ اب اس ایوان میں discussion ہونی چاہئے۔ ہماری حکومت کے

لوگوں سے بھی گزارش یہ ہے کہ اگر آلو پر discussion ہو جائے تو کوئی پہاڑ نہیں گر جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیراعظم پاکستان نے پانچ روپے آلو کا ریٹ کہہ کر آلو کے زمیندار کے جذبات مجروع کئے ہیں۔ اگر اس پر discussion ہو جائے تو اس پر ایسا کیا نقصان ہو سکتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ہم بیٹھیں گے، آپ کمیٹی میں تشریف لانا اور ساری بات at length ہو گی۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! اب ہمارے رانا ثناء اللہ خان بھی آ گئے ہیں تو مہربانی کر کے اس پر کوئی final date مقرر کریں۔

جناب سپیکر: جی، اب توجہ دلاؤ نوٹس کا وقت ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

تعزیت

سابق صوبائی وزیر میاں معراج الدین کی اہلیہ اور معزز ممبر ڈاکٹر نوشین حامد کی ساس کے لئے دعائے مغفرت

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میری چھوٹی سی گزارش ہے کہ سابق صوبائی وزیر میاں معراج الدین کی اہلیہ اور ڈاکٹر نوشین حامد کی mother in law پرسوں وفات پا گئی تھیں تو گزارش ہے کہ دعا فرما دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کرائی جائے۔

(اس مرحلہ پر مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کرائی گئی)

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس لیتے ہیں۔ پہلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 930 ہے۔ یہ توجہ دلاؤ نوٹس pending ہوا تھا۔ جی، وزیر قانون!

دوران ڈکیتی مزاحمت پر شہری کی ہلاکت سے متعلقہ تفصیلات

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ توجہ دلاؤ نوٹس pending ہوا تھا تو اس میں progress کو دیکھنے کے لئے یہ کیس work out ہو چکا ہے، اس میں ملزمان کی نشاندہی ہو چکی ہے، کچھ ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں، بقیہ کی گرفتاری کے لئے ٹیمیں تشکیل دے دی گئیں اور ان کو بھی بہت جلد گرفتار کر لیا جائے تو اس میں میری یہ درخواست ہے کہ اس توجہ دلاؤ نوٹس کو فی الحال pending کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس توجہ دلاؤ نوٹس کو pending کیا جاتا ہے۔ اب ایک اور توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 967 ہے اور یہ بھی pending ہوا تھا۔ جی، وزیر قانون!

گوجرانوالہ: سابق وزیر و ممبر پنجاب اسمبلی کے مقدمہ قتل کی صورتحال

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کی رپورٹ آج discuss ہوئی ہے اور اس میں محرک جناب اختر علی خان بھی موجود تھے۔ یہ کیس جو ہے آپ کے علم میں ہے کہ ہمارے colleague بھائی مرحوم چودھری شمشاد احمد خان سابق صوبائی وزیر اور ایم پی اے کا یہ معاملہ ہے۔ اس کیس کی further progress دیکھنا مطلوب ہے اس لئے میری گزارش ہو گی کہ اس توجہ دلاؤ نوٹس کو اگلے اجلاس تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: اس توجہ دلاؤ نوٹس کو اگلے اجلاس تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 979 جناب احسن ریاض فتیانہ کا ہے۔ جی، وزیر قانون!

گوجرانوالہ: ڈیرہ گرو کے قریب ڈاکوؤں کی فائرنگ سے شہری کے قتل سے متعلقہ تفصیلات

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں معزز ایوان کو اور معزز ممبر کو بھی inform کر دوں کہ اس مقدمہ میں جو ملزمان تھے ان کی نشاندہی کے بعد ان کو گرفتار کرنے کے لئے پولیس نے raid کیا ہے۔ انہوں نے مزاحمت کی جس کے نتیجہ میں ملزمان ہلاک ہو گئے اور بعد میں ان ملزمان کے صحیح ملزم ہونے کی شناخت بھی مدعی فریق نے کر لی۔ اس طرح سے یہ کیس

dispose of ہو چکا ہے اس لئے میری یہ استدعا ہے کہ اس توجہ دلاؤ نوٹس کو بھی dispose of کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب آ گیا ہے لہٰذا اس توجہ دلاؤ نوٹس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 980 میاں طارق محمود کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں وہ کہہ گئے تھے لہٰذا اس توجہ دلاؤ نوٹس کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 983 ڈاکٹر نوشین حامد کا ہے۔

لاہور: ڈی ایچ اے کے رہائشی عمر سلیم کے گھر ڈکیتی کی واردات سے متعلقہ تفصیلات

983: ڈاکٹر نوشین حامد: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ روز نامہ "ایکسپریس" مورخہ 16-02-12 کی خبر کے مطابق ڈیفنس "بی" فیز "ون" لاہور کے رہائشی عمر سلیم کے گھر ڈاکوؤں نے گھر والوں کو یرغمال بنا کر 4 لاکھ روپے نقد اور 95 ہزار کے زیورات لوٹ کر فرار ہو گئے؟

(ب) کیا پولیس نے ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے کے لئے آج تک جو کارروائی کی ہے اس کی تفصیل ایوان میں پیش کی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 983 ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ وقوعہ ہوا ہے اور اس میں جو پیشرفت ہے وہ میں عرض کرتا ہوں۔ اس وقوعہ کی geofencing کروائی گئی، اس کے بعد forensic laboratory نے place of occurrence کا معائنہ کر کے وہاں سے evidences collect کئے ہیں اور اس سارے معاملے میں جتنے متعلقہ محکمے ہیں جہاں سے ملزمان کی شناخت evidence کی بنیاد پر اور جو evidence of occurrence سے collect ہوئی ہے وہ عمل جاری ہے۔ ابھی ان رپورٹوں کے آنے میں کچھ وقت لگے گا یہ وقوعہ 7۔فروری کا ہے، انشاء اللہ بہت جلد ان ملزمان کو گرفتار کر کے عدالت، انصاف کے کٹہرے میں پیش کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اس توجہ دلاؤ نوٹس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 985 چودھری محمد اکرام کا ہے۔ جی، چودھری صاحب!

سیالکوٹ: فاروق نامی شہری کے گھر ڈکیتی سے متعلقہ تفصیلات

985: چودھری محمد اکرام: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گزشتہ روز فاروق احمد ولد چودھری نذیر احمد، حکیم خادم علی روڈ عثمان پارک سیالکوٹ کے گھر میں چار مسلح افراد نے گھر کے افراد کو اسلحہ کی نوک پر یرغمال بنا کر نقدی 3 لاکھ 35 ہزار روپے، 950 برطانوی پونڈز اور طلائی زیورات 110 تولے 9 موبائل فون جن کی مالیت تقریباً 80 لاکھ روپے ہے لوٹ لئے گئے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متعلقہ تھانہ میں اس واقعہ کی ایف آئی آر درج کرائی گئی لیکن تا حال کوئی بھی ملزم گرفتار نہیں ہوا، ابھی تک ملزمان کی عدم گرفتاری اور لوٹے ہوئے مال کی برآمدگی نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! incident کی حد تک یہ بات درست ہے۔ اس پر سائنٹیفک بنیادوں پر geofencing اور crimes کی evidence اور collection کی بنیاد پر ملزمان کی identification ہو چکی ہے، trace ہو چکے ہیں، ان کی گرفتاری کے لئے بھرپور کوشش کی جا رہی ہے۔ ڈی پی او نے ذاتی طور پر یقین دہانی کروائی ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر انشاء اللہ ان ملزمان کو گرفتار کر کے ان سے مال مسروقہ برآمد کیا جائے گا۔ ڈی پی او کو میں نے یہ direction بھی دی ہے کہ وہ چودھری محمد اکرام کو اس کیس کی ہونے والی progress سے onboard رکھیں۔

جناب سپیکر: اس توجہ دلاؤ نوٹس کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب سپیکر: اب تحاریک استحقاق کا وقت شروع ہوتا ہے۔ پہلی تحریک استحقاق قاضی احمد سعید کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں اس تحریک استحقاق کو pending کیا جاتا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر:اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔پہلی تحریک التوائے کار نمبر 1083/15 جناب احسن ریاض فتیانہ کی ہے۔۔۔موجود نہیں ہیں لہٰذا اس تحریک التوائے کار کو dispose of کرتے ہیں۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 1084/15 محترمہ فائزہ احمد ملک کی ہے۔

شرقپور سب ڈویژن چوہنگ جنگل کی مٹی سستے داموں فروخت

محترمہ فائزہ احمد ملک:جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ محکمہ جنگلات میں ایک اور بڑا سکینڈل منظر عام پر آ گیا،18 کروڑ روپے مالیت سے زائد کی سرکاری مٹی کوڑیوں کے بھاؤ پرائیویٹ اور من پسند پارٹیوں کو فروخت کر دی گئی۔محکمہ جنگلات لاہور ڈویژن میں واقع شرقپور سب ڈویژن چوہنگ جنگل کے 300 ایکڑ رقبے پر واقع زمین کے کمپونینٹ نمبر 9 اور 10 سے 20 فٹ گہرائی تک مٹی نکال لی گئی ہے جس کی مالیت 18 کروڑ روپے سے زائد بنتی ہے۔ناظم اعلیٰ جنگلات لاہور اور کنزرویٹر لاہور کے قریبی رشتہ دار کی ملی بھگت سے سرکاری محکمہ کو کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا۔اس سے قبل محکمہ جنگلات کے اعلیٰ افسران نے مری میں سرکاری زمین کو پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیم کالونی کو فروخت کر دیا تھا جس کی انکوائری سیکرٹری جنگلات کے دفتر میں جاری ہے اسے بھی دبانے کی کوشش کی جارہی ہے۔سابق کنزرویٹر مری اور سابق ڈی ایف او جنہوں نے مری کی سرکاری زمین کو فروخت کیا تھا وہ انکوائری کو من پسند افسران کے پاس لگا کر اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش میں ہیں۔اس سے قبل بھی مذکورہ افسران ایک ہی تاریخ میں 2 چٹھیاں جاری کر کے عدالت کو گمراہ کر چکے ہیں اور تین سے چار انکوائریوں میں ان کے خلاف ابتدائی انکوائری میں ڈسمس فرام سروس اور کروڑوں روپے کی ریکوری کی سفارش کی جاتی رہی ہے جبکہ ریگولر انکوائری میں معاملہ کو دبایا جاتا رہا ہے۔چوہنگ جنگل کے 300 ایکڑ پر تین سال قبل ہونے والی پلانٹیشن جو درختوں میں تبدیل ہو چکی تھی،اس کو دو ماہ میں مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے۔چوہنگ جنگل کی سرکاری مٹی پرائیویٹ لوگوں کو فروخت کرنے میں محکمہ جنگلات کے اعلیٰ افسران کو سیاسی آشیر باد بھی حاصل ہے۔لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! شکریہ۔ چوہنگ فاریسٹ دریائے راوی کے کنارے کے ساتھ واقع ہے اور یہ جنگل اور اس کا ایریا محکمہ مائنز پنجاب کے ایریا سے ملحقہ ہے۔ محکمہ مائنز پنجاب ریت نکالنے کا ٹھیکہ دیتا ہے، چونکہ یہ جنگل کا ایریا ہے اور اس اس سے ملحقہ ہے اس لئے ٹھیکیدار یہاں سے بھی مٹی اٹھا لیتے ہیں۔ محکمہ کے علم میں جب مٹی اٹھانے کی بات آئی تو چوہنگ جنگل میں تعینات بلاک آفیسر میاں ذوالفقار علی اور محمد اشرف فاریسٹ گارڈ کو بحوالہ شوکاز نوٹس مورخہ 2013-09-25 بعد ازاں 2014-09-27 جاری کر کے ان کے خلاف محکمانہ کارروائی کا حکم دیا گیا ہے بعد ازاں ان کو سروس سے معطل بھی کر دیا گیا ہے۔ چوہنگ جنگل سے مٹی نکاسی کا کا تخمینہ لگانے اور متعلقہ ٹھیکیدار کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے احکامات جاری کئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! علاوہ ازیں ان ٹھیکیداروں کے خلاف تھانہ چوہنگ میں مقدمہ نمبر 1087، شرقپور شریف میں مقدمہ نمبر 679، شرقپور شریف میں دوسرا مقدمہ نمبر 238 اور شرقپور شریف میں تیسرا مقدمہ نمبر 649 درج کرائے گئے ہیں۔ چوہنگ کمپونینٹ نمبر 9 تا 11 اور 12 کے 112 ایکڑ رقبہ سے ریت، مٹی نکالنے کے ثبوت پائے گئے ہیں۔ ملازمین کے خلاف کارروائی کے لئے جناب سکندر حیات ڈائریکٹر فشریز کو انکوائری آفیسر مقرر کیا گیا ہے ان کی رپورٹ آنے پر ان کے خلاف مزید کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر! علاوہ ازیں PEEDA ایکٹ کے تحت ذمہ دار اہلکاران کے خلاف کارروائی شروع کر دی گئی ہے۔ یہ بات درست نہ ہے کہ محکمہ جنگلات کے اعلیٰ افسران بھی اس میں ملوث پائے گئے ہیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں عرض کرنا چاہتی ہوں کہ۔۔۔

سرکاری کارروائی

رپورٹیں

(جو ایوان کی میز پر رکھی گئیں)

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ! آپ نے جو بات کی ہے وہ حکومت تک پہنچ گئی ہے۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ اس میں Laying of Reports ہیں۔

حکومت پنجاب کے سول حسابات کے بارے میں آڈٹ رپورٹ برائے مالی سال 14-2013

MR SPEAKER: Audit Report on the Civil Accounts of Government of the Punjab for the Financial Year 2013-14 (Audit year 2014-15). Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I lay the Audit Report on the Civil Accounts of Government of the Punjab for the Financial Year 2013-14.

MR SPEAKER: The Audit Report on the Civil Accounts of Government of the Punjab for the Financial Year 2013-14 (Audit year 2014-15) has been laid and referred to the Public Accounts Committee No. I for examination and Report within one year.

حکومت پنجاب کی مالیہ وصولی کے حسابات کے بارے میں آڈٹ رپورٹ برائے مالی سال 14-2013

MR SPEAKER: Audit Report on the Accounts of Government of the Punjab Revenue Receipt for the Financial Year 2013-14. (Audit year 2014-15). Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I lay the Audit Report on the Accounts of Government of the Punjab Revenue Receipt for the Financial Year 2013-14 (Audit year 2014-15).

MR SPEAKER: The Audit Report on the Accounts of Government of the Punjab Revenue Receipt for the Financial Year 2013-14 (Audit year 2014-15) has been laid and referred to the Public Accounts Committee No. I for examination and Report within one year.

محکمہ جنگلات حکومت پنجاب کے مدبندی حسابات

برائے مالی سال 14-2013

MR SPEAKER: Appropriation Accounts of the Forest Department, Government of the Punjab for the Financial Year 2013-14 (Audit year 2014-15). Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I lay the Appropriation Accounts of the Forest Department, Government of the Punjab for the Financial Year 2013-14 (Audit year 2014-15).

MR SPEAKER: The Appropriation Accounts of Forest Department, Government of the Punjab for the Financial Year 2013-14 (Audit year 2014-15) has been laid and referred to the Public Accounts Committee No. II for examination and Report within one year.

ورکس اکاؤنٹس، حکومت پنجاب برائے مالی سال 14-2013 پر

آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ

MR SPEAKER: Report by the Auditor-General of Pakistan on the works Accounts, Government of the Punjab, Financial Year 2013-14 (Audit year 2014-15). Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I lay the Report by the Auditor-General of Pakistan on the Works Accounts, Government of the Punjab, Financial Year 2013-14 (Audit year 2014-15).

MR SPEAKER: Report by the Auditor-General of Pakistan on the Works Accounts, Government of the Punjab Financial Year 2013-14 (Audit year 2014-15) has been laid and referred to the Public Accounts Committee No. I for examination and Report within one year.

پبلک سیکٹر انٹرپرائزز (کمرشل آڈٹ اینڈ ایویلوایشن) حکومت پنجاب کے اکاؤنٹس پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ

MR SPEAKER: Audit Report by the Auditor-General of Pakistan on the Accounts of Public Sector Enterprises (Commercial Audit and Evaluation), Government of the Punjab (Audit year 2014-15). Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I lay the Audit Report by the Auditor-General of Pakistan on the Accounts of Public Sector Enterprises (Commercial Audit and Evaluation), Government of the Punjab (Audit year 2014-15).

MR SPEAKER: The Audit Report by the Auditor-General of Pakistan on the Accounts of Public Sector Enterprises (Commercial Audit and Evaluation), Government of the Punjab (Audit year 2014-15) has been laid and referred to the Public Accounts Committee No. I for examination and Report within one year.

حکومت پنجاب کے مدبندی حسابات برائے سال 2013-14 کے اکاؤنٹس پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ

MR SPEAKER: The Audit Report by the Auditor-General of Pakistan on the Accounts of Government of the Punjab-Appropriation Accounts for the Financial Year 2013-14. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I lay the Audit Report by the Auditor-General of Pakistan on the Accounts of Government of the Punjab-Appropriation Accounts for the Financial Year 2013-14."

MR SPEAKER: The Audit Report by the Auditor-General of Pakistan on the Accounts of Government of the Punjab for the Financial Year

2013-14 has been laid and referred to the Public Accounts Committee No. II for examination and Report within one year.

حکومت پنجاب کے مالی گوشوارہ جات برائے مالی سال 2013-14 کے اکاؤنٹس پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی آڈٹ رپورٹ

MR SPEAKER: The Audit Report by the Auditor-General of Pakistan on the Accounts of Government of the Punjab-Financial Statements for the Financial Year 2013-14. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I lay the Audit Report by the Auditor-General of Pakistan on the Accounts of Government of the Punjab-Financial Statements for the Financial Year 2013-14.

MR SPEAKER: The Audit Report by the Auditor-General of Pakistan on the Accounts of Government of the Punjab 2013-14 has been laid and referred to the Public Accounts Committee No. II for examination and Report within one year.

ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی (ٹیوٹا) کی سالانہ رپورٹ برائے سال 2012-13

MR SPEAKER: The Annual Report on Technical Education and Vocational Training Authority (TEVTA) for the year 2012-13. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I lay the Annual Report on Technical Education and Vocational Training Authority (TEVTA) for the year 2012-13.

MR SPEAKER: The Annual Report on Technical Education and Vocational Training Authority (TEVTA) for the year 2012-13 has been laid.

صوبائی زکوٰۃ فنڈ و قومی سطح کے ادارہ ہائے صحت پنجاب کے اکاؤنٹس پر آڈٹ رپورٹ

MR SPEAKER: The Audit Report on the Accounts of Provincial Zakat Fund and National level Health Institutions Punjab (Audit year 2014-15). Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I lay the Audit Report on the Accounts of Provincial Zakat Fund and National level Health Institutions Punjab (Audit year 2014-15).

MR SPEAKER: The Audit Report on the Accounts of Provincial Zakat Fund and National level Health Institutions Punjab (Audit year 2014-15) has been laid and referred to the Public Accounts Committee No. I for examination and Report within one year.

بحث

اورنج لائن پر عام بحث

جناب سپیکر: آج کا اگلا ایجنڈا اورنج لائن پر عام بحث ہے۔ بحث کا آغاز متعلقہ وزیر کریں گے۔ باقی معزز ممبران جو اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام بھجوادیں۔ جی، وزیر قانون!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I move for General Discussion on Orange Line.

جناب سپیکر! جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اورنج لائن پر بحث کے لئے اس اجلاس سے قبل محترم قائد حزب اختلاف اور معزز ممبران حزب اختلاف نے ایک پریس کانفرنس کی اور اس میں کہا تھا کہ اس پر ایوان میں بحث ہونی چاہئے۔ اس کے بعد بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں یہ فیصلہ ہوا کہ ایک دن اورنج لائن پر بحث کی جائے۔ اس کے بعد پھر باوجوہ ٹائم نہ بن سکا اور دو دن قبل یہاں ایوان میں دوبارہ بات ہوئی اور اس کے نتیجے میں آج کا دن اورنج لائن پر بحث کے لئے fix ہوا۔

جناب سپیکر! میں اس بحث کا آغاز کرتے ہوئے وہ بنیادی facts and figures اس معزز ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا جن کے اُوپر بعد میں قائد حزب اختلاف اور دوسرے معزز ممبران اپنی بحث کو base کر سکیں اور اس سے متعلق راہنمائی اور wisdom حکومت کو دے سکیں تاکہ حکومت اس پر عمل کرتے ہوئے اس منصوبے کو مزید بہتر انداز سے آگے بڑھا سکے۔

جناب سپیکر! اس پراجیکٹ کے اُوپر حزب اختلاف کی طرف سے تین بنیادی اعتراضات کئے گئے۔ ان اعتراضات میں ایک بنیادی اعتراض یہ تھا کہ وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف نے ایسے ہی اُٹھ کر یہ منصوبہ شروع کر دیا حالانکہ اس کی تو ابھی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس منصوبے پر اتنا زیادہ پیسا خرچ کر دیا گیا اور اس کے لئے بہت زیادہ قرضہ لے لیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ میاں محمد شہباز شریف کو ایک دم خیال سوجھا یا خواب آیا اور انہوں نے اس پراجیکٹ کو شروع کر دیا۔

جناب سپیکر! اس پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا رہا ہے، قائد حزب اختلاف ایوان میں بھی اس بارے میں ایک کاغذ لہراتے رہے ہیں کہ فلاں منصوبے سے پیسے نکال لئے گئے، وہ منصوبہ بند ہو گیا اور صرف اسی ایک منصوبے پر سارے پیسے خرچ کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اس منصوبے سے متعلق تیسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس کی cost کا کوئی پتا نہیں کہ یہ منصوبہ کتنے اخراجات سے بن رہا ہے، اس کے components کیا ہیں اور پیسا کہاں سے آ رہا ہے؟ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس منصوبے کو بنانے والی کمپنی کو تو اس کام کا پتا ہی نہیں لیکن اسے اس پراجیکٹ کو execute کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ میں ان تینوں بنیادی اعتراضات پر facts and figures کے ساتھ کچھ چیزیں اس معزز ایوان کے سامنے رکھنی چاہوں گا تاکہ اس بارے میں پوری طرح سے clarity ہو سکے۔

جناب سپیکر! پہلی بات یہ ہے کہ کیا یہ اچانک خیال آیا یا یہ منصوبہ اس شہر اور صوبے کی بنیادی ضرورت تھا؟ لاہور صرف لاہور میں بسنے یا رہنے والوں کا شہر نہیں بلکہ لاہور پورے پنجاب اور پورے پاکستان کا شہر ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق 1.5 ملین لوگ روزانہ لاہور آتے ہیں اور اپنے کام کے لئے ایک یا دو دن ٹھہرنے کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔ لاہور شہر میں جو ٹرانسپورٹ داخل ہوتی ہے اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جب کبھی عام چھٹی ہو اور آپ لاہور میں موجود ہوں تو پھر اندازہ ہوتا ہے کہ لاہور صرف لاہوریوں کا نہیں بلکہ پورے پنجاب اور پورے پاکستان کا ہے۔

جناب سپیکر! آج سے 25 سال قبل 1991 میں اس وقت کی حکومت کی منظوری سے جاپان کی ایک فرم JICA نے سروے کیا۔ انہوں نے اُس وقت کہا کہ جس طرح سے لاہور کے اوپر ٹریفک کا load بڑھ رہا ہے اگر آپ اگلے تین سالوں میں کم از کم ایک لائن جو کہ گرین لائن ہے، اس کو نہیں بنائیں گے تو یہ load بہت بڑھ جائے گا اور یہ پورے شہر کی ٹریفک کو chock کر دے گا۔ گرین لائن جو اس وقت میٹرو ہے جس پر بہت زیادہ تنقید کی گئی اور کہا گیا کہ اس کی ضرورت نہیں، یہ کیوں بن گئی اور یہ پیسے کیوں لگ گئے ہیں؟ 1991 میں ایک بین الاقوامی فرم JICA نے سروے کے بعد کہا تھا کہ یہ گرین لائن within three years بنائی جانی چاہئے۔ اُس وقت اس کی لاگت 1.4 بلین یعنی 145۔ارب روپے تھی۔

جناب سپیکر! اتفاق یہ ہے کہ جب بھی اسی قسم کے پراجیکٹس شروع ہوتے ہیں تو پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت ہوتی ہے۔ 1991 میں اس منصوبے کے اُوپر کام شروع ہوا لیکن حکومت ختم ہو گئی اور یہ پراجیکٹ فائلوں کی نذر ہو گیا۔ 98-1997 میں اس پراجیکٹ پر دوبارہ کام شروع ہوا اور بڑی مشکل سے ابھی یہ پراجیکٹ agreement signing کے مرحلہ پر پہنچا تھا کہ دو واقعات رونما ہو گئے۔ ایک 28۔ مئی ہو گیا اور اس کی وجہ سے پوری دنیا نے react کیا اور جاپان نے تو خاص طور پر react کیا تھا کہ ہم آپ کے لئے foreign funding نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد پھر 12۔ اکتوبر کا واقعہ رونما ہو گیا۔ اس وقت بھی یہ منصوبہ loan سے ہی بن رہا تھا۔ اس وقت ورلڈ بنک سے بات ہوئی، جاپان حکومت کا ایک فنڈ MVA تھا یعنی انہوں نے outside country or foreign development کے لئے یہ ایک فنڈ بنایا ہوا تھا تو ان سے بھی اس منصوبے کی funding کے لئے بات ہوئی تھی۔

جناب سپیکر! میری مراد یہ ہے کہ اتنے بڑے منصوبے کی feasibility ہمیشہ loan کے اُوپر ہی بنتی رہی ہے۔ 1997 میں یہ منصوبہ پھر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد 07-2006 میں دوبارہ اس منصوبے کی study کی گئی۔ جاپان حکومت سے رابطہ کیا گیا لیکن انہوں نے دوبارہ اس منصوبہ میں آنے سے انکار کیا۔ اس منصوبے کی دوبارہ SYSTRA سے study کرائی گئی۔ SYSTRA دو تین کمپنیوں کا مخفف ہے یعنی اس میں دو تین کمپنیاں شامل ہیں۔ انہوں نے اس منصوبے کا سروے کیا اور اس وقت یعنی 2006 میں لاہور کے ٹریفک count کو دیکھتے ہوئے کہا کہ گرین لائن بنائی جائے۔ آج سے دس سال

پہلے کی بات ہے کہ انہوں نے کہا کہ لاہور میں ایک گرین لائن بنائی جائے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں اور جس کے اوپر اب میٹرو بنی ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا انہوں نے کہا کہ اورنج لائن بنائی جائے۔ یہ وہی منصوبہ ہے جس کو اس وقت بھی identify کیا گیا تھا اور اس کا روٹ بھی وہی ہے جو کہ اُس وقت تھا۔ کوئی ایک آدھ چوک یا سڑک کا فرق تو ہو سکتا ہے لیکن اورنج لائن کا روٹ وہی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے دو مزید لائنز یعنی Blue Line اور Purple Line بنانے کی تجویز دی تھی۔ اس وقت انہوں نے چار Lines بنانے کے لئے کہا تھا یعنی گرین لائن، اورنج لائن، بلیو لائن اور پرپل لائن بنانے کی recommendations دی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ لاہور ایک میٹروپولیٹن اور بین الاقوامی شہر ہے اور اس میں growth کا potential بہت زیادہ ہے۔ یہ صرف پنجاب کا نہیں بلکہ پاکستان کا بہت ہی viable and functional شہر ہے اس لئے اگر آپ نے اس کو ٹریفک کے حوالے سے اسی طرح سے viable رکھنا ہے تو انہوں نے یہ چار لائنیں recommend کیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جن لوگوں نے اُس study کے لئے کروڑوں روپیہ خرچ کیا اور اُن کے سامنے یہ فائلیں موجود رہیں لیکن وہ کچھ کر نہ سکے اور آج وہ اس کے بارے میں منفی تنقید اس انداز سے کرتے ہیں کہ جیسے انہیں کسی بات کا پتا ہی نہیں ہے، اُنہیں پتا ہی نہیں ہے کہ اورنج لائن کہاں سے آئی ہے، انہیں پتا ہی نہیں ہے کہ آج سے 10 سال پہلے اس شہر کی transport کی study ہوئی اور اُس study میں یہ چار لائنیں recommend ہوئیں۔

جناب سپیکر! 25 سال پہلے ایک international firm نے کہا کہ اس کو within three years بنائیں لیکن 25 سال بعد پھر اُسی آدمی کو یہ خیال آیا جو اُس study کے پیچھے تھا کہ اس شہر کو viable رکھنا ہے تو اُس نے 25 سال بعد دوبارہ گرین لائن پر جب کام شروع کیا تو گرین لائن سے متعلق 2010 میں چائنا کے ساتھ ایک معاہدہ ہو گیا اور انہوں نے اس بات کو under take کیا کہ ہم یہ گرین لائن بنائیں گے لیکن اُس وقت کی وفاقی حکومت نے اس پر sovereign guarantee نہ دی کیونکہ باہر سے کوئی بھی ملک اُس وقت تک loan نہیں دیتا جب تک sovereign guarantee نہ ہو لیکن جب وہ sovereign guarantee نہ ملی تو وہ منصوبہ جو 145۔ارب روپیہ میں مکمل ہونا تھا اُس منصوبے کو پھر ہم نے اپنے source سے میٹرو ٹرین کی بجائے میٹرو بس میں بدل کر 30۔ارب روپیہ میں مکمل کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! حزب اختلاف کا اورنج لائن ٹرین پر اتنا واویلا اور اس پر یہ اتنا اپنا سر پیٹ رہے ہیں حالانکہ ان کو پتا ہے کہ یہ recommendations انہی کے زمانے کی ہیں۔ اب اس شہر میں اورنج لائن ٹرین تو بنے ہی بنے گی تو جب یہاں پر پھر بلیو لائن بھی بنے گی، جب یہاں پر پرپل لائن بھی بنے گی تو پھر کیا بنے گا یعنی "فیر کیہ بنسیں؟" پھر حزب اختلاف کا کیا حال ہوگا؟ آپ کو پتا ہے کہ بُلھے شاہ صوفی شاعر گزرے ہیں تو انہوں نے تصوف اور صوفی ازم میں کہا کہ:

یار دی اکھ دا مل سوا لکھ بُلھیا

سارا یار تولاں تے کیہ بنسیں

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جب وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کے وژن کے مطابق یہ تمام منصوبے مکمل ہوں گے تو پھر حزب اختلاف کا حال یہی ہوگا کہ "کیہ بنسیں"؟ میں نے یہاں پر جو facts رکھے ہیں یہ 1991 میں international firm کی طرف سے سروے نہ ہو، یہ 1997 میں ورلڈ بنک اور جاپان کا سروے نہ ہو اور 2006 کے بارے میں بھی میں نے جتنی گفتگو کی ہے یہ نہ ہو اور حزب اختلاف facts and figures سے ثابت کر دے تو یہ جو سزا دیں میں وہ بھگتنے کے لئے تیار ہوں لیکن ان facts and figures کو کسی طور پر بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ میں نے یہ ساری چیزیں پوری ذمہ داری سے آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ یہ ایک کاغذ اس طرح سے لہرا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی وہاں سے بھی پیسے لے لئے، وہاں سے بھی پیسے لے لئے۔

جناب سپیکر: اس سے آپ کو کیا نقصان ہے؟ وہ اپنے ہاتھ کو ہلا رہے ہیں۔ (قہقہے)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے تو اُس کا کوئی نقصان نہیں ہے لیکن یہ عوام اور سادہ لوح لوگوں کو اس طرح سے کاغذ لہرا کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اُس کا نقصان مجھے بھی ہے، آپ کو بھی ہے اور پورے صوبے کو ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اورنج لائن ٹرین کی total cost کے facts and figures آپ کے سامنے رکھ دوں۔ یہ فرما رہے تھے کہ یہ تو ADP میں ہے ہی نہیں۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ یہ پچھلے سال کی ADP book دیکھیں اُس کا Serial No. 3803 ہے۔ اس منصوبے کی total project cost 165۔ارب روپیہ ہے اس میں سے 150۔ارب روپیہ actual cost ہے اور 15۔ارب روپیہ contingencies یعنی unforeseen expenditures جو منصوبے کی

تکمیل میں آ سکتے ہیں۔ اس پر بھی شور کیا جا رہا ہے کہ شفافیت نہیں ہے یہ تمام documents Punjab Government کی website پر موجود ہیں اور PPRA Rules بھی پنجاب گورنمنٹ کی website پر available ہیں۔ اس contract میں 55۔ارب روپیہ کا civil work ہے اب 55۔ارب روپیہ کا civil work اگر یہاں پر ہو گا تو یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ جب بھی civil work or construction ہوتی ہے اُس سے دوسرے کاروبار میں بھی ترقی ہوتی ہے، کوئی وہاں پر اینٹ دے گا، کوئی سیمنٹ دے گا، کوئی مزدوری کرے گا، کوئی راج کا کام کرے گا۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے "سریا بھی لگے گا" کی آوازیں)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یقیناً وہاں پر سریا بھی لگے گا اور حزب اختلاف کی لاعلمی پر ماتم کرنے کو جی کرتا ہے کہ ان کو یہ پتا ہی نہیں کہ شریف فیملی کی کوئی firm یہاں پر سریے کا کام نہیں کرتی اور اتفاق فاؤنڈری کو بند ہوئے 17 سال ہو گئے ہیں۔ میں یہ fact بھی اس معزز ایوان کے سامنے اور اس کے through پنجاب کی عوام کے سامنے بھی رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر حزب اختلاف اپنے اتنے شور، واویلے اور ماتم میں یہ ثابت کر دے کہ اس 55۔ارب روپیہ میں سے کوئی ایک چیز فراہم کرنے کا contract شریف فیملی کے پاس ہو تو ہم اُس کا بھی جواب دیں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر 55۔ارب روپیہ کا civil work ہو گا اس کا باقاعدہ open tender کیا گیا، پہلے pre-qualification کی گئی، جن firms نے ایسے projects کئے ہیں جن کی price or cost billions میں ہے اُن firms کو systematic طریقے سے PPRA rules سے pre-qualify کیا گیا اور اُس کے بعد اُن firms کو یہ tender دیا گیا۔ یہ تو شفافیت کی بات کرتے ہیں میں اُس سے آگے بڑھ کر بات کرتا ہوں کہ یہ 55۔ ارب روپیہ کا جو tender تھا اس کے اندر competition کے ذریعے 6۔ارب روپے کی saving کی گئی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ 55۔ارب روپیہ کا civil work ہے اور باقی 95۔ارب روپیہ میں ریل، mechanical، electronic اور دیگر چیزیں ہوں گی۔ چائنا کی firm جس کے ساتھ یہ contract ہوا ہے جو اپنے ملک کے بنکوں سے قرض لے کر آئیں گے۔ یہ CR-NORINCO کمپنی ہے جو یہ کام کرے گی۔ اب اس پر بھی ایک اعتراض ہوا کہ ایک صاحب نے پریس کانفرنس میں فرمایا کہ CR-NORINCO فرم کو تو پتا ہی نہیں ہے اور اس کا تو ریلوے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ CR چائنا ریلوے ہے ان کا اس وقت چائنا میں 90 ہزار میل ٹریک functional ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کو

پتا ہی نہیں کہ ٹرین کیا ہوتی ہے اور ریلوے لائن کیا ہوتی ہے؟ یعنی اس حد تک ابہام ڈالنے اور غلط بیانی کی انتہا ہے کہ انہوں نے کہا کہ CR-NORINCO کو معلوم ہی نہیں ہے کہ لائن کیا ہے اور اس میں سے ٹرین کس طرح بنتی ہے؟

جناب سپیکر! میں اب ان کے تیسرے پوائنٹ کی طرف آتا ہوں۔ میں نے اس کی total cost, civil works, tendering process کے متعلق بتایا ہے۔ آپ انکوائری کمیٹی بٹھائیں۔ آپ NAB میں چلے جائیں جہاں آپ کا دل چاہتا ہے جائیں اور یہ جو tendering process ہوا ہے جس میں 6-ارب روپے کی saving ہوئی ہے۔ آپ اس کو کھنگالیں اگر کوئی evidence available ہو تو پھر بات کریں۔ ایسے رونا دھونا کسی کام کا نہیں ہے۔ میں نے جو facts and figures پیش کئے ہیں، میں ان پر بالکل on oath اور on record ہوں اور یہ کارروائی باقاعدہ note ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہا ہوں کہ یہ جس figure کو چاہیں challenge کریں۔ میں پوری ذمہ داری سے معزز ایوان کے سامنے بات کر رہا ہوں۔ ان کا جو آخری پوائنٹ ہے جس میں انہوں نے جو کاغذ لہرا لہرا کر باتیں کی ہیں۔ میں نے جو ADP بتایا ہے اس میں 10 بلین اس پراجیکٹ کے لئے رکھا گیا تھا۔ اس کے بعد اس کی cost تقریباً 90 بلین پر چلی گئی ہے۔ اس میں لوگوں کی compensation, utilities اور دوسری چیزیں ہیں۔ یہ فرما رہے ہیں کہ پیسا ایسی سکیموں سے نکالا گیا ہے جو بنیادی ضرورت کی حامل تھیں۔ یہ 1956 سے لے کر آج 2016 تک کسی ایک سال کا حوالہ یہاں پر دے دیں کہ جس سال میں re-appropriation نہ ہوئی ہو۔ Re-appropriation means کہ ہر تین ماہ بعد حکومت کا Finance and Planning & Developments Departments بیٹھ کر دیکھتے ہیں۔ جیسے مثال کے طور پر ایک سکیم پر آپ نے 10-ارب مختص کیا ہے، اس پر ابھی ایک ارب خرچ ہوا ہے اور 9-ارب پڑے ہیں، ایک سکیم ایسی ہے کہ جس کے لئے جتنی رقم مختص کی گئی تھی وہ ساری خرچ ہو گئی ہے وہاں پر fast moving ہے۔ اب اگر اس میں اور پیسے نہ دیئے گئے تو وہ کام رک جائے گا اس لئے جو slow moving ہے وہاں سے پیسے اس طرف divert کر دیئے جاتے ہیں پھر آگے چل کر دوسری سکیموں سے جہاں سے پیسے آتے ہیں یا لئے ہوتے ہیں وہاں وہ پیسے convert کر دیئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! ہم نے انرجی سیکٹر کے لئے 1500 ملین رکھا تھا، وہ block allocation تھی، ہمارا یہ خیال تھا کہ شاید پنجاب میں انرجی کے پراجیکٹس ایک سے زیادہ کرنے پڑیں گے لیکن فیڈرل گورنمنٹ نے پنجاب میں دو پراجیکٹس میں پیشرفت کی اس لئے ہمارے پاس یہ پیسا surplus تھا۔ اسی طرح سے ہم نے سپورٹس اینڈیوتھ افیئرز میں 700 ملین روپیہ رکھا تھا لیکن ابھی تک صرف 200 ملین روپیہ خرچ ہوا تھا۔ ہم نے قبرستان کے لئے ایک ارب پچھلے سال رکھا تھا وہ پیسے ابھی پورے خرچ نہیں ہوئے تھے، 2-ارب روپے اس سال کے لئے تھے وہاں سے بھی saving ہوئی۔ اس طرح کسی جگہ سے 700 ملین، کسی جگہ سے 300 ملین روپیہ یہ سارا جمع کر کے کل 19.807 ملین روپیہ اس سکیم کے لئے رکھا گیا ہے۔ یہ ابھی سارا خرچ نہیں ہوا جیسے کہ لوگوں کو compensation دی جا رہی ہے۔ اگر پینے کے صاف پانی کے لئے 13-ارب روپیہ رکھا گیا تھا اور اس میں ابھی تک صرف 2-ارب روپیہ خرچ ہوا ہے، 11-ارب روپیہ وہاں پر surplus پڑا ہے اگر وہاں سے 7-ارب روپیہ لیا گیا ہے، 5-ارب روپیہ ابھی موجود ہے اور جب وہ 5-ارب روپے خرچ کر لیں گے تو اتنی دیر میں کسی دوسری سکیم سے وہ پیسے re-appropriate ہو جائیں گے۔ اس میں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس بنیادی پروگرام سے پیسے لے کر اسے بند کر دیا گیا ہے اور دوسرے کو شروع کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ اس re-appropriation کی وجہ سے ہیلتھ سیکٹر، ایجوکیشن سیکٹر یا کسی بھی سیکٹر کے کسی بھی پروگرام کو بند نہیں کیا گیا۔ یہ re-appropriation اس بنیاد پر کی جاتی ہے اور نہ کی گئی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کسی اور پروگرام کو اس کی وجہ سے damage کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کر دوں کہ ایک پراپیگنڈہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جو میٹرو امرتسر میں بنی ہے وہ تو بڑی سستی بنی ہے اور یہاں پر بڑی مہنگی بنی ہے۔ بات یہ ہے کہ کیا امرتسر میں بننے والی میٹرو میں escalators یا overhead bridges بنائے گئے ہیں؟ وہاں پر لوگ سڑک ٹریفک میں سے پار کریں اور سال میں دس گیارہ لوگ مریں۔ اگر وہ وہاں پر overhead bridge بنا دیا جائے تو اس کی cost میں اضافہ ہو جائے گا۔ اسی طرح سے اگر ڈپو کی بجائے بسیں سڑک پر کھڑی رہیں گی تو cost کم ہو جائے گی۔ Apple to apple یعنی جس طرح کی اور جس quality کی میٹرو ہم نے یہاں پر بنائی ہے آپ پوری دنیا میں کوئی مثال لے آئیں اور cost کو confront یا compare کر لیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ آج اورنج لائن اور اس کی cost کی بات کر رہے ہیں۔ میں پھر یہ on the behalf of Shahbaz Sharif Government and on behalf of Chief Minister دعوے سے کہتا ہوں کہ جن specifications کے مطابق جو سہولتیں ہم لوگوں کو دینے جا رہے ہیں وہ ہم state of the art project بنا رہے ہیں۔ اگر ان specifications کے مطابق آپ پوری دنیا میں یہ بات ثابت کر دیں کہ ہمارا منصوبہ مہنگا ہے اور کسی جگہ پر سستا ہے تو ہم جوابدہ ہیں بلکہ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ پوری دنیا سے سستا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں ان بنیادی facts and figures کو رکھنے کے بعد میں اپوزیشن اور معزز ممبران سے یہ توقع کروں گا کہ وہ ان کے مطابق بات کریں۔ ان کے اوپر وہ جہاں پر سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی غلط بات ہے تو اس کو وہ point out کریں۔ میں اس کو clear کروں گا۔ ممبران کی بحث کے بعد میں یہ حق رکھتا ہوں کہ میں بعد میں اس کو wind up کرتے ہوئے ان چیزوں کا جواب دوں لیکن یہ facts and figures پر بات کریں۔

جناب سپیکر! یہ یہاں پر رونا کسی اور چیز کا نہ روئیں یعنی شور شرابا نہ کریں، لوگوں کو گمراہ نہ کریں، اس صوبہ کو ترقی سے نہ روکیں، اس صوبہ کو آگے بڑھنے سے نہ روکیں اور یہ پاکستان کو آگے بڑھنے سے نہ روکیں۔ ان کو درد تو یہ ہے کہ اگر یہ منصوبے مکمل ہو گئے، اگر یہاں پر power projects بن گئے۔ اس کے علاوہ tendering process میں جو بچت ہوئی ہے اس کا بھی wind up speech میں ذکر کروں گا۔ اس پر یہ اور زیادہ حیران ہو جائیں گے اور ان کو زیادہ پریشانی لاحق ہو گی کہ کس transparent طریقے سے سارا کچھ ہو رہا ہے۔ ان کو رونا تو یہ ہے کہ اگر یہ مکمل ہو گیا تو پھر ہمارا 2018 میں کیا بنے گا۔ اِن کا رونا کسی اور چیز کا ہے اور یہ نام کسی اور چیز کا لیتے ہیں۔ میں یہاں پر بھلے شاہ کی ایک کہاوت ہی دوبارہ پڑھوں گا کہ ان کے رونے کا یہ حال ہے کہ رونا کسی اور چیز کا اور نام کسی اور چیز کا۔ ہماری پنجابی کی ایک کہاوت یہ ہے کہ:

روندی یاراں نوں لے لے ناں بھراواں دے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اب غور سے سنیں جس طرح انہوں نے سنا ہے آپ بھی اس طرح اب غور سے سنیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! پھر آپ نے بھی اسی طرح سننا ہے جس طرح ہم نے سنا ہے۔

جناب سپیکر: تہذیب کے دائرے میں مکمل جو الفاظ ہوں گے اس کو کسی طرح سے نہیں روکا جا سکتا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! پھر آپ تہذیب کے پہلو واضح کر دیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میں بیٹھا ہوں اور میں اسی لئے یہاں پر بیٹھا ہوں، میں دیکھتا ہوں اور مجھے سمجھ ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ رانا ثناء اللہ خان نے جس انداز سے اپوزیشن کے رونے دھونے کو محفوظ کیا ہے، اس سے ان کی ذہنی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنے پریشان ہیں۔ پاکستان کی اور لاہور کی تاریخ میں کبھی کسی پراجیکٹ پر اتنا زیادہ احتجاج نہیں ہوا۔ یہ صرف اپوزیشن کی طرف سے ہی نہیں ہے بلکہ لاہور کے لاکھوں باسیوں کی طرف سے ہے اور لاہور کے ان لوگوں کی طرف سے ہے۔ رانا ثناء اللہ خان تو واپس فیصل آباد چلے جائیں گے اور جاتی امرا والے شاید امرتسر چلے جائیں۔ یہ سارے اعتراضات لاہور کے شہریوں کی طرف سے ہیں۔ مجھے افسوس ہے۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! وہ امرتسر سیر کے لئے تو جا سکتے ہیں لیکن باقی بات آپ کی مناسب نہیں لگتی۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ کیا آپ نے کہا ہے ان کو مودی سے اتنا پیار ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! پاکستان سے سب کو پیار ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ جس طریقے سے یہ منصوبہ بنایا گیا اور جس طریقے سے اس کو execute کیا جا رہا ہے [*****] آج یہ مجبور ہو گئے ہیں کہ اس ایوان میں آ کر ہمیں ساری بات بتائیں۔ یہ بات اس منصوبے کے آنے سے پہلے کرنی چاہئے تھی۔

جناب سپیکر: ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! انہیں ایوان کو پہلے اعتماد میں لینا چاہئے تھا، ان کو پہلے بتانا چاہئے تھا کہ یہ منصوبہ ہے اور یہ کس طرح سے بننے جا رہا ہے، اس کی لاگت کیا ہے، اس پر قرضہ کتنا ہے اور اس قرضے کی ادائیگی کس طرح سے ہو گی؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ جن حالات سے ہماری پنجاب کی 10 کروڑ عوام گزر رہی ہے، جن حالات کو وہ face کر رہی ہے آیا ان حالات میں جب پنجاب کے لوگوں کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہوں، جب پنجاب کے بچے سسک رہے ہوں، بلک رہے ہوں اور تڑپ رہے ہوں، جب پنجاب کی بیٹیاں اور بہنیں ہسپتالوں کی سیڑھیوں پر بچوں کو جنم دے رہی ہوں، جب یہاں میو ہسپتال میں ایم آئی آر مشین نہ ہو، جب پی آئی سی میں سینکڑوں مریضوں کا روزانہ وہیل چیئر پر بیٹھ کر treatment کیا جا رہا ہو اور وہاں چادریں بچھا کر لوگ تڑپتے اپنی جان دے دیں۔ جب جناح اور جنرل ہسپتال میں وینٹی لیٹر اور آکسیجن سلنڈر نہ ہونے کی وجہ سے ہر دوسرے اور چوتھے دن ہلاکتیں ہو رہی ہوں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ کیا اورنج لائن ٹرین پر بحث ہو رہی ہے؟ اگر انہوں نے ہیلتھ پر بحث کرنی ہے تو اس کے لئے بھی ایک دن مقرر کر لیں۔ (قطع کلامیاں)

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ خان آپ کو آج ہماری باتیں سننی پڑیں گی۔ اب آپ دل کو تھامیں اور ہماری بات سنیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرام سے بات کریں۔ آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ایوان کو order میں لے کر آئیں۔

MR SPEAKER: Order please, order please. Order in the House.

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ہم لوگوں نے پہلے سنا ہے۔ رانا ثناء اللہ اب تم بھی سنو اور تمہارا boss بھی سنیں کہ ہم کیا کہنے جا رہے ہیں، صوبے کا تم نے کیا حال بنا رکھا ہے؟

جناب سپیکر: میاں صاحب! اورنج لائن ٹرین پر بات کریں۔ آپ کا جو topic ہے اس پر بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ہم نے بڑے تحمل سے رانا ثناء اللہ کی جگتیں سنی ہیں۔ انہوں نے جو مسخرا پن کیا ہے وہ ہم نے سنا ہے۔ اب یہ حوصلہ پیدا کریں اور ہماری بات سنیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ نے تمہید تو باندھ لی ہے اور اب آپ بات کریں۔ بڑی مہربانی۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ابھی تو میں پہلے گیئر میں بھی نہیں ہوں۔ ابھی تو میں تمہید باندھ رہا ہوں کہ رانا ثناء اللہ کی چیخیں نکل آئی ہیں۔ ہم نے خاموشی سے پون گھنٹہ ان کی تقریر اور جگتیں سنی ہیں۔ اب یہ حوصلہ پیدا کریں اور ظرف پیدا کریں یہ ہماری بات سنیں۔ ابھی اور بھی بہت کچھ سننے کے لئے ہے۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ اورنج لائن ٹرین سے متعلقہ بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! I am sorry. اب کوئی بھی میری بات میں interruption نہ کرے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! کوئی interrupt نہیں کرے گا۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ہم نے بھی interrupt نہیں کیا تھا اب یہ بھی نہ کریں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ de track نہ ہوں آپ اورنج لائن ٹرین پر آئیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب محمد وحید گل: جناب سپیکر! ابھی تو ریڈ لائن بھی آرہی ہے۔

MR SPEAKER: No cross talk. No dear.

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں تو ابھی صرف comparison کرنے لگا تھا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! کس کے ساتھ comparison کرنے لگے تھے؟

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں حالات کے ساتھ comparison کرنے لگا تھا کہ انسانوں کی ترجیحات کیا ہوتی ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ ان کی بات سنیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ جو یہاں پر عوام ہے ان کی حالت زار کیا ہے؟ میں تو ابھی تمہید باندھ رہا ہوں کہ ایک صوبے میں جہاں صحت کے یہ حالات ہوں۔ ایک ایسا صوبہ جہاں پر ایک کروڑ بیس لاکھ school going بچے باہر مارے مارے پھر رہے ہوں اور ان کے لئے سکول بھی نہ ہوں، جہاں پر پینے کا صاف پانی نہ ہو، جہاں ہزاروں سکولوں میں wash rooms نہ

ہوں، جہاں بجلی نہ ہو، جہاں سٹاف نہ ہو، ابھی کل میاں محمد اسلم اقبال کہہ رہے تھے کہ 3۔ارب روپیہ لگایا ہے، ابھی بھی 60 فیصد سکول insecure ہیں اور وہاں سکیورٹی کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! یہ کیا کوئی لاء اینڈ آرڈر پر بحث کر رہے ہیں؟ آپ اورنج لائن ٹرین پر بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں اسی طرف آ رہا ہوں۔ دیکھیں میں جب تک حکومتی بنچوں کو وہ نقشہ نہیں بتاؤں گا کہ پنجاب میں ہو کیا رہا ہے اور انہاں نوں "کھٹی گڈی" تے چڑھن دا شوق سوار اے؟ میری گل سنو میں اج اپنی گل سنا کے رہوں گا۔ گزارش یہ ہے کہ اسی طرح سے میں ایگریکلچر کی زبوں حالی پر بات کرنا چاہوں گا کہ کسان تڑپ رہے ہیں، خودکشیاں کر رہے ہیں، ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے اور ان کو کسی بات کی فکر نہیں ہے۔ پورے پنجاب کو چھوڑ دیں اس شہر لاہور میں لاء اینڈ آرڈر کا کیا حال ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ جس پر بحث ہو رہی ہے اس کی بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اس شہر میں کیا حال ہو رہا ہے کل دو کانسٹیبلز کو شہید کر دیا گیا ہے، ایک پولیو ورکر کو گولیاں مار کر چھلنی کر دیا گیا ہے۔ پچھلے ایک سال میں 85 فیصد کرائم بڑھ گیا ہے یہ figure ان کی آفیشل ویب سائٹ سے ہے۔ جب لوگوں کا جان و مال محفوظ نہ ہو اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو، تھانے کلچر کی تبدیلی کے نعرے اور دعوے پچھلے آٹھ سال کے سن سن کے لوگ عاجز اور تنگ آ چکے ہوں، جب تھانے بک رہے ہوں، جب انصاف بک رہا ہو، انصاف مل نہ رہا ہو اور لوگ انصاف نہ ملنے کی وجہ سے اپنی جانیں دے رہے ہوں۔ ان حالات میں پینے کا صاف جس صوبے میں، جس شہر میں نہ ہو، اڑھائی لاکھ بچوں سمیت گیارہ لاکھ افراد پینے کے زہریلے پانی سے جاں بحق ہو چکے ہوں اور ان کے اوپر "کھٹی گڈی" چلانے کا بھوت سوار ہے۔ یہ گیارہ لاکھ افراد زہریلا اور گندا پانی پینے سے مرے ہیں یہ رپورٹ گورنمنٹ کے اپنے ادارے کی ہے۔ کون کون سے شہر ہیں جس میں زہریلا اور آلودہ پانی ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! یہ آپ اورنج لائن ٹرین پر بات کر رہے ہیں؟ میری بات سنیں اورنج لائن ٹرین پر آ جائیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اورنج لائن ٹرین پر ہی آ رہا ہوں۔ اورنج لائن ٹرین ضروری ہے یا یہ چیزیں ضروری ہیں؟

جناب سپیکر: جی، اورنج لائن ٹرین پر بات کریں کیونکہ آپ نے ہی request کی ہے کہ آپ اورنج لائن ٹرین پر discussion کروائیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! آپ کا یہ روّیہ ہم سمجھیں گے کہ biased ہے۔

جناب سپیکر: جی، ایسی بات ٹھیک نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اگر آپ نے مجھے floor دیا ہے تو آپ تحمل کے ساتھ ان سے بات پوچھنے دیں۔ انہوں نے کیا ساری باتیں میٹرو پر کی ہیں؟

جناب سپیکر: جی، مہربانی کریں اور صحیح بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! جب یہ 2008 میں اقتدار میں آتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اورنج لائن ٹرین پر بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! جب یہ اقتدار میں آئے تو یہ صوبہ 480۔ارب روپیہ surplus میں تھا جبکہ آج 635۔ارب روپے کا مقروض ہے۔ یہ ڈیڑھ دو سو ارب روپے مزید لگا رہے ہیں اس طرح یہ 800۔ارب روپے کی figure ہو جائے گی۔ رانا ثناء اللہ صاحب کہتے ہیں کہ بڑے کام کر رہے ہیں "پلے ہیگا نئیں دھیلا تے کر دی پھر دی میلا میلا" [*******]

جناب سپیکر: جی، ان کے غیر پارلیمانی الفاظ حذف کئے جاتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ایک غیر ملکی بنک آ کر قرضہ دیتا ہے تو وزیراعلیٰ اس کا جشن مناتا ہے۔ یہ ہمارا قابل شرم عمل ہے کہ قرضے پر ہم جشن مناتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، میاں صاحب! مہربانی۔ ایسی بات نہ کریں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ کشکول توڑنے کے دعوے کرنے والے کشکول کا سائز پہلے سے بھی بڑھا دیتے ہیں، اُس کو زیادہ مضبوطی سے پکڑ بھی لیتے ہیں اور کشکول و جھولی ڈالی ہوئی ہے کہ اللہ کے لئے ہمیں قرض دے دو۔

معزز ممبران: شیم، شیم، شیم۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ انتہائی شرمناک کھیل ہے کہ ایک بنک سے قرضہ لے کر یوں اچھلتے پھر رہے ہیں کہ ہمیں تین فیصد پر قرضہ مل گیا ہے۔ اوخدا کے بندو! یہ تم نے کہاں سے کمائی کر لی ہے؟ رانا صاحب! "ہم تینوں کماؤ پتر فیر سمجھدے" اگر پنجاب کے وسائل سے آپ یہاں کوئی چیز generate کرتے؟ پنجاب کے دس کروڑ عوام کو گروی رکھ کر تین فیصد پر قرضہ لے رہے ہیں اور اربوں روپے کی subsidy آپ کو واپس کرنی ہو گی۔ یہ کیسا منصوبہ ہے؟

جناب سپیکر! اب میں اُس بات کی طرف آتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ صوبے کا شہر لاہور ہے، بڑا اہم شہر ہے اور یہاں پورے صوبے سے لوگ آتے ہیں۔ ان کی اس بات پر کہ اڑھائی لاکھ لوگ روزانہ اس گاڑی پر سفر کیا کریں گے، اگر ان کی بات مان بھی لی جائے۔۔۔

جناب سپیکر: چلو، شکر ہے کہ آپ نے کوئی بات مان لی۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اگر ان کی بات مان بھی لی جائے کہ اڑھائی لاکھ لوگ سفر کریں گے تو ڈیڑھ کروڑ کے شہر سے اڑھائی لاکھ دو فیصد بنتے ہیں۔ اگر دو فیصد افراد کے لئے آپ صوبے کے 9 کروڑ 98 لاکھ لوگوں کا حق مار کر یہ گاڑی بنائیں گے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کی کیا justification ہے؟

(اذانِ ظہر)

جناب سپیکر: جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اگر یہ تصور کر لیا جائے اور ان کی بات مان بھی لی جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ دو اڑھائی لاکھ روزانہ ایک روٹ پر رہنے والے لوگ اس روٹ کو استعمال کریں گے جبکہ پورا لاہور استعمال نہیں کرے گا بلکہ پورے لاہور کے 98 فیصد لوگ اس سے الگ تھلگ اور لاتعلق رہیں گے۔ یہ اڑھائی لاکھ لوگ اس پر ضرور بیٹھیں گے اور وہاں سے اتر کر چلے جائیں گے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ کوئی وژن نہیں ہے، کوئی مربوط منصوبہ نہیں ہے

اور ایک ہی بُھوت سَر پر سوار ہے کہ کوئی visible چیز 2018 سے پہلے لے آؤ خواہ اُس پر کھربوں روپے ضائع ہو جائیں۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: No cross talk please جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ پبلک ٹرانسپورٹ کلچر کو انہوں نے promote کرنا ہے، ایک طرف یہ signal free corridor بنا رہے ہیں جس کے لئے کہتے ہیں کہ 5۔ارب لگا دو، 7۔ارب لگا دو یعنی ان کے باپ کا پیسا ہے کہ جیسے مرضی لگا دو؟ انہوں نے چونگی امر سدھو اور جنرل ہسپتال کے سامنے 5۔ارب لگایا اُس کے بعد جیل روڈ پر 5۔ارب روپیہ لگا دیا کہ یہ signal free corridor ہے۔ آپ گاڑیوں کو promote کر رہے ہیں اور صاحب اور بابو لوگوں کی ترقی کے لئے اربوں روپیہ خرچ کر رہے ہیں۔ اس شہر کے اندر آپ فٹ پاتھ بنائیں، چوکوں کو ڈیزائن کریں اور security and safety کے انتظامات کریں جس سے مجھے اور ایک عام شہری کو پتا ہو کہ میں اپنے بچوں کو ٹرین کے ذریعے بھیج دوں گا جو بخیریت واپس آ جائیں گے۔ یہ کچھ نہیں ہو رہا بلکہ متضاد قسم کی چیزیں ایک شہر کے اندر بے ہنگم انداز کے ساتھ جاری ہیں۔ یہاں موٹر سائیکلیں لاکھوں کی تعداد میں چل رہی ہیں۔ یہاں پر روزانہ ایک ہزار روپے دے کر جتنی مرضی موٹر سائیکلیں لے لیں اور وہ لوگ ایسے ہی پھر رہے ہیں۔ آپ یہاں چنگ چی اور آٹو رکشوں کا حال دیکھ لیں۔ اگر آپ نے پبلک ٹرانسپورٹ کو promote کرنا ہے تو اس کے لئے آپ کو ایک مربوط پالیسی دینی چاہئے تھی جو کہ نہیں ہے۔ یکایک آپ ایک طرف اربوں روپیہ لگا کر گاڑی والوں کو facilitate کر رہے ہیں کہ وہ پانچ منٹ پہلے پہنچ جائیں جیسا کہ جیل روڈ کو توڑ کر کہہ دیا کہ یہ signal free corridor ہے اور اسی طرح میں نے فیروز پور روڈ چونگی امر سدھو کی مثال دی ہے۔ جب تک آپ کوئی مربوط plan نہیں دیتے اُس وقت تک یہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اب رانا ثناء اللہ خان بار بار JICA کا ذکر کرتے ہیں اور study کا ذکر کرتے ہیں کہ فلاں کمپنی نے یہ study کی تھی۔ تاریخ کے اندر یہ جرم کبھی معاف نہیں ہو گا [********] میاں محمد شہباز شریف اور ان کی حکومت۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ایسے الفاظ استعمال مت کریں۔ یہ الفاظ حذف کئے جاتے ہیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! انہوں نے ایک ایسی study کی کہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کی طرف سے ہمیں 0.2 percent پر قرضہ مل رہا ہے، اس میں دس سال کا grace period ہے یعنی تیس سال میں وہ loan واپس ہونا تھا۔ ہمیں کوئی subsidy نہیں دینا پڑنی تھی، حکومت کے اوپر کوئی بوجھ نہیں تھا بلکہ زیر زمین commercial activity generate ہو کر لاکھوں لوگوں کو روزگار ملنا تھا۔ اگر BOP کے تحت یہ plan بن جاتا اور ہمیں 0.2 فیصد پر ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا قرضہ ملنا تھا تو دس سال grace period اور بیس سال کے بعد سب کچھ ہمارا اپنا ہو جاتا۔ یہ ایک سیاہ دھبہ ہے۔ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کی طرف سے یہ لیٹر میرے پاس ہے۔ 4۔جون 2009 کو ایشین ڈویلپمنٹ بنک کو ان کی حکومت نے لکھ دیا کہ ماس ٹرانزٹ ہماری priorities میں نہیں ہے کیونکہ ہماری priorities کچھ اور ہیں لیکن اس کے بعد دھڑادھڑ یہ میٹرو بن گئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس منصوبے کے اوپر یہ پیسے لگا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ دنیا کا بہترین منصوبہ ہے۔ رانا ثناء اللہ خان میں آپ کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ یہ سارے ایوان کے سامنے ہے یا آپ کو resign کرنا ہو گا یا میں resign کروں گا۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ ایسی بات نہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! نہیں۔ میں ان کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ ابھی انہوں نے چلتے چلتے ایک بات کر دی ہے امرتسر میٹرو کی کل لمبائی 31 کلو میٹر اور لاہور میٹرو بس کی لمبائی 27 کلو میٹر ہے۔ 12 کلو میٹر کا overhead پل امرتسر میٹرو بس کا ہے جبکہ لاہور میٹرو بس کا 8 کلو میٹر ہے۔ امرتسر میٹرو کی 78 بسیں ہیں اور لاہور میٹرو کی 64 بسیں ہیں۔ امرتسر میں پاکستانی روپے کے مطابق سیمنٹ کا 480 روپے فی تھیلا اور پاکستان میں 450 روپے سیمنٹ کے تھیلے کا ریٹ ہے۔ امرتسر میٹرو بس کی فی کلو میٹر لاگت پاکستانی روپے میں 29 کروڑ ہے اور لاہور میٹرو بس کی فی کلو میٹر لاگت ایک ارب دس کروڑ روپے ہے۔ Shame for this یعنی وہ چیز جو ہم سے 25 کلو میٹر دور پاکستانی روپے میں، جس کی لمبائی بھی زیادہ ہو، جس کا overhead span بھی زیادہ ہو، جس کی بسیں بھی زیادہ ہوں، وہ تو بن رہی ہے 9۔ارب پاکستانی روپے میں اور یہ بنانے جا رہے ہیں یہ اپنے منہ سے 30۔ارب روپے کہتے ہیں، انہوں نے

30۔ارب روپے کے جو فنڈز divert کئے ہیں وہ ہیں اور گیارہ ارب روپے انہوں نے ADP میں رکھا ہوا تھا جو کہ 43۔ارب روپے میں وہی میٹرو بس بنانے جا رہے ہیں۔ میں رانا ثناء اللہ خان کی اس بات کو تصور کر لیتا ہوں کہ جی، وہاں پر کوئی overhead نہیں بنے ہوئے یا کوئی دو underpasses نہیں بنے ہوئے لیکن لاگت میں کیا اس سے پانچ گنا فرق پڑ سکتا ہے؟ میں نے آپ کو یہ سارا کچھ بتا دیا اب میرا چیلنج ہے رانا ثناء اللہ خان کو، حکومتی بنچوں کو اور میں وزیر اعلیٰ محمد شہباز شریف کو کہ آئیں اور کھلے میدان میں آکر اس بات کا مقابلہ کریں کہ یہ میٹرو بس کتنے میں بنی ہے اور یہ اوپر والے 35۔ارب روپے کہاں گئے؟ اے "گجیاں ماراں مار دے نیں سانوں"، "اے پاکستان دے عوام نوں گجیاں ماراں مار دے نیں"۔ پھر یہ جو ابھی اورنج لائن ٹرین کا منصوبہ بنانے جا رہے ہیں تو اس پر 61.9 بلین ڈالرز فی کلو میٹر cost آ رہی ہے جبکہ same منصوبہ برازیل میں 30 ملین ڈالرز فی کلو میٹر کے حساب سے بن رہا ہے۔

جناب سپیکر! اب آپ اندازہ کر لیں یہ کہتے ہیں کہ جی شفاف ہے اور یہ بالکل transparent ہے۔ بھئی شفاف ہے، transparent ہے تو لوگوں کو بتاؤ یہ اتنا بڑا فرق اور تفاوت کیسے نکل آیا؟ یہ جو آپ نے 2009-6-4 کو ایشیئن ڈویلپمنٹ بنک کو لکھ دیا کہ Mass Transit ہماری priority نہیں ہے، اس کا جواب بھی آپ سے لینا پڑے گا۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بدقسمتی ہے کہ جس افراتفری میں اور confused ذہن کے ساتھ یہ اس منصوبے کو implement کرنے جا رہے ہیں، اس کی مثال بھی کہیں نہیں ملتی اور لاکھوں لوگوں کا معاشی قتل عام ان کے نزدیک تو لوگوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ لوگ تو کیڑے مکوڑے ہیں۔ ان کا اگر معاشی قتل کر دیا جائے تو وزیر قانون رانا ثناء اللہ یا وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف کو کیا اثر پڑتا ہے۔ پیسے دے دیں گے، جب کوئی مرتا ہے تو کوئی کسی جگہ جا کر پانچ لاکھ دے کر آ جائیں گے یا دس لاکھ روپے دے آئیں گے لیکن یہ دس لاکھ لوگ direct اور in direct جو suffer کر رہے ہیں، آبادیوں کی آبادیاں ملیامیٹ کئے جا رہے ہیں اور کوئی انہیں پوچھنے والا نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو 2/3 قوانین جن کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، ایک World Heritage Convention 1972 پر پاکستان نے treaty sign کیا ہے اور اس treaty کے اندر یہ بڑا واضح لکھا ہے کہ 200 فٹ کے اندر ہمارا قومی ورثہ ہے اور آرکیالوجی کے اعتبار سے جو buildings ہیں اس کے اندر کوئی تعمیر نہیں ہو گی۔ یونیسکو نے چھ صفحات کا لیٹر لکھ دیا لیکن کوئی

جواب نہیں دیا، وہ اپنی جگہ، اقوام متحدہ کے ماہرین کا بھی رانا ثناء اللہ کو یاد نہیں رہا کیونکہ قومی ورثہ ان کے نزدیک کیا چیز ہے، کچھ بھی نہیں ہے اور۔۔۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ قومی ورثہ تباہی کے کنارے لگا ہوا ہے۔ دوسرا National Antiquities Act 1975 اور پھر ایک تیسرا قانون Punjab Special Premises Ordinance 1985 یہ 200 فٹ کے اندر کسی بھی قسم کی کوئی تعمیر ان سارے قوانین کے اندر اس کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں ایک کمیٹی کی provision اس میں ہے جو انہوں نے بنائی لیکن اس کمیٹی کے دو انتہائی معززاور نامور ممبران جو پاکستان fame کے لوگ ہیں اور International fame کے لوگ ہیں، نے احتجاجاً اس کے روٹ، اس کی execution اور اس کے طریق کار سے اختلاف کرتے ہوئے resign کر دیا۔ وہ دو لوگ نیئر علی دادا اور ڈاکٹر مرتضیٰ جعفری جو نیشنل کالج آف آرٹس کے پرنسپل ہیں۔ اب بات یہ ہے کہ آپ نے ان قوانین کو روند ڈالا، یونیسکو کی پروا آپ نے نہیں کی، لوگوں کی پروا آپ نے نہیں کی اور یہ جو دو ملکی قوانین میں نے بتائے ہیں، National Antiquities Act 1975 اور Punjab Special Premises Ordinance 1985 کی بھی آپ نے پروا نہیں کی، ہائی کورٹ میں جناب جسٹس عابد عزیز اور جناب جسٹس شاہد ترین نے stay order دے دیا کہ ان گیارہ heritage points پر آپ کام کو روک دیں گے لیکن آپ ججوں کو کیا سمجھتے ہیں اور آپ نے کوئی پروا نہیں کی۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ violation ہے ہائی کورٹ نے stay دیا ہوا ہے لیکن یہ دھڑا دھڑ بنائے جا رہے ہیں۔ میں اب ان عمارتوں کا نام لینے جا رہا ہے جن میں لکشمی مینشن، بابا موج دریا، چوبرجی، گلابی باغ، شالامار گارڈن، لکشمی بلڈنگ، جانی جان مقبرہ، کپور تھلہ ہاؤس، زیب النساء مقبرہ، بدھو کا آوا، ایوان اوقاف، جی پی او، کیتھیڈرل چرچ لاہور، بابا شاہ چراغ کا مزار، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ اور Saint Anthony Church یہ وہ بلڈنگز ہیں جن کی یہ تباہی اٹھا رہے ہیں۔ ان کا کوئی ایک حصہ کوئی آدھا حصہ توڑ پھوڑ رہے ہیں۔ یہ کس جمہوری ملک میں رہ رہے ہیں؟ کسی مہذب معاشرے میں، کسی جمہوری ملک میں اس بات کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ کسی ملک کا قومی ورثہ جس کے لئے اقوام جنگوں کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک ٹرین چلانے کے بہانے آرکیالوجی کے اور ہمارے

تاریخی اثاثے کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور رانا ثناء اللہ نے اس پر ایک لفظ نہیں بولا، کیونکہ انہیں تو پرواہی نہیں ہے اور انہیں کوئی احساس ہی نہیں ہے کہ ہم کیا کرنے جا رہے ہیں؟ تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ اس حوالے سے سیاہ حروف میں لکھا جائے گا کہ لاہور کی شناخت کو بدلنے والے یہ لوگ ہیں، لاہور کو قتل کرنے والے یہ لوگ ہیں، لاہور کی لاش پر یہ لوگ ووٹ لینا چاہتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب وہ دیں گے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ میرا فرض ہے اور میں اپنا علم بلند کروں گا، میں expose کروں گا ان کے ان سیاہ کارناموں کو اور ان اقدامات کو، پنجاب کے دس کروڑ عوام کے حقوق کو غصب کر کے ایک شہر کے اندر ٹرین چلانے کا جو یہ کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں، تاریخ اور آنے والا وقت بتائے گا کہ انہوں نے صحیح کیا تھا یا غلط؟

جناب سپیکر! دوسری بات یہ بغیر سوچے سمجھے جب میں کہتا ہوں یا اپوزیشن کہتی ہے، یہ جو ٹرین چلانے جا رہے ہیں، اس سے لاہور کے ٹمپریچر میں 4 تا 6 ڈگری کا فرق واقع ہو گا۔ آپ اندازہ کریں کہ گرمیوں میں 46 ڈگری heat ہو تو یہ 50 تک جا پہنچے گی۔ ماہرین تحفظ ماحول کی یہ رپورٹ دو تین قومی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ 2000 ہزار سے زائد درخت اب تک یہ کاٹ چکے ہیں۔ ایک برگد کا درخت 65 ٹن سالانہ آکسیجن پیدا کرتا ہے، کون جواب دے گا۔ انہیں کچھ احساس ہے کہ یہ ہمارے شہر کو تباہ کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ 2000 درخت ابھی تک کاٹے ہیں جو کہ جی پی او سے لے کر شالامار تک اور ابھی یہ جو رائیونڈ والے روٹ پر counting ہو رہی ہے کہ کتنے درخت اور کاٹنے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! کنکریٹ کی عمر کتنی ہے زیادہ سے زیادہ پچاس سال ورنہ ماہرین کی متفقہ رائے ہے کہ کنکریٹ سٹرکچر 25 سال سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ اگر کوئی سول انجینئر یہاں بیٹھے ہوں تو میرے پاس بھی یہ authorities ہیں جس میں انہوں نے یہ لکھا ہوا ہے کہ 25 سال کے بعد اس میں crack آنا شروع ہو جائیں گے اور اس کی replacement ضروری ہو جائے گی تو ایک ایسا منصوبہ جس پر آپ لاکھوں لوگوں کو ذلیل و خوار کر رہے ہیں، جس پر آپ اربوں روپیہ قرضہ لے کر اس منصوبے پر لگا رہے ہیں اگر 25 سے 30 سال کے بعد اُس کو گرانا پڑے گا، dismantle کرنا پڑے گا، replace کرنا پڑے گا تو اس کا کیا جواز رہ جاتا ہے کہ اس منصوبے کو ہم یہ کہیں کہ یہ لازمی پایۂ تکمیل تک پہنچنا چاہئے؟

جناب سپیکر! دوسری بات میں یہ سمجھتا ہوں کہ رانا ثناء اللہ خان نے کہا کہ جی یہ لیٹر لہرا لہرا کر بڑا دکھاتے ہیں ہمارے لہرانے سے پتا نہیں کیوں ان کی جان جاتی ہے؟ وہ تو ہم لہراتے رہیں گے، آپ کو جھنڈی دکھاتے رہیں گے، آپ بے فکر رہیں، آپ کی یہ دھونس دھاندلی، من مانیاں اور آمرانہ طرز عمل پوری قوم بھی دیکھ رہی ہے اور پنجاب کے دس کروڑ عوام بھی دیکھ رہے ہیں۔ آپ کو کسی کی کوئی پروا نہیں ہے، آپ کو کسی elected نمائندے کی، کسی عوامی نمائندے کی، ماہرین کی اور نہ ہی لاہور کے لاکھوں لوگوں کی۔ آپ نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ جو اتنے نامور ماہرین ہیں یہ resign کر گئے ہیں لاہور کی سول سوسائٹی کے لوگ ہیں، ماہرین ہیں، لاکھوں عوام ہیں وہ اس پر احتجاج کر رہے ہیں اور آپ کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ آپ پر ایک ہی بھوت سوار ہے کہ اس کو 2018 سے پہلے مکمل کرنا ہے کسی مہذب اور جمہوری ملک میں اس بات کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اب یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہیلتھ، ایجوکیشن اور ایگریکلچر سے فنڈز نہیں لے کر آئیں گے۔ اسی ایوان کے اندر آج سے تین دن پہلے سوالوں کے جواب میں ڈاکٹر سید وسیم اختر کا سوال تھا کہ میٹرو بس پر کتنے فنڈز آپ نے divert کئے ہیں re-appropriate کئے ہیں اور آپ نے میٹرو بس پر لگائے ہیں؟ وہ 30۔ارب 82 کروڑ روپیہ اُس کی تفصیل ایوان کے اندر دی ہے وہ لیٹر میرے پاس بھی پڑا ہے وہ تفصیل یہاں پر رکھی گئی کہ 30۔ارب اور 80 کروڑ اُس کے بعد 11۔ارب روپیہ یہ 12-2011 ADP اور 13-2012 میں رکھا ہوا تھا یہ جو 30۔ارب روپیہ انہوں نے رکھا ہے ہم پنجاب کی عوام بھگت رہے ہیں۔ 12-2011 اور 13-2012 میں ہسپتالوں میں جان بچانے والی دوائیں ختم ہو گئی تھیں اور تمام ڈیپارٹمنٹ کا ڈویلپمنٹ فنڈ وہ ہو نہ جا پھیر کے ان پر ایک ہی بھوت سوار تھا کہ میٹرو بس پر لگایا جائے گا۔ یہ جو ہمارے بیورو کریٹ بھائی ہیں، سرکاری ملازم ہیں یہ بے چارے ڈرتے بتاتے تک نہیں کہ اصل معاملہ کیا ہے اور اُن کی معانی خیز جو مسکراہٹ اور خاموشی وہ سب کچھ عیاں کر دیتی ہے۔ اب بھی میں ایوان میں کھڑے ہو کر کہہ رہا ہوں کہ مختلف ڈیپارٹمنٹ کے سیکرٹریز کو verbal instructions ہیں کہ ڈویلپمنٹ کے پیسے خرچ نہیں کرنے بلکہ سرنڈر کرنے ہیں۔ یہ رانا ثناء اللہ ایسی بات کہہ رہے ہیں جناب! آپ re-appropriate کے نام پر ڈاکا ڈالنے جا رہے ہیں، لوگوں کے ویلفیئر کے منصوبوں پر یہ ڈاکا ہم نہیں ڈالنے دیں گے۔

جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اگر آپ نے re-appropriation کے نام پر کسانوں کے پیسے، نوجوانوں کے پیسے، graveyard کے پیسے، ہسپتالوں کے پیسے، ایجوکیشن کے پیسے re-appropriation کے نام پر یہ divert کئے تو اس ایوان کو ہم نہیں چلنے دیں گے۔ یہ پنجاب کی دس

کروڑ عوام کی حق تلفی ہم اپنے سامنے ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔ یہ جو کہتے تھے کہ بار بار لیٹر لہراتا ہے تو آج پھر لہرا رہا ہوں غور سے دیکھ لیں کہ یہ وہ رقومات ہیں، یہ پی اینڈ ڈی کا وہ لیٹر ہے جس کا ابھی انہوں نے ذکر کیا کہ جی وہ slow moving projects ہیں اور یہ orange line fast moving project ہے یہ تو بھاگتی چلی جا رہی ہے۔ یہ تو رات کو سوتے میں، دن کو اُٹھتے میں چوبیس چوبیس گھنٹے اس پر کام ہو رہا ہے یہ fast moving orange line. ہے اور slow moving وہ ہے جو لوگوں کی صحت کے پیسے ہیں اور جو لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کے پیسے ہیں۔ رانا ثناء اللہ خان مردوں کو تو بخش دو ایک ارب روپیہ graveyard کا تھا پنجاب کے اندر جو 2۔ ارب روپیہ ہم نے لڑ لڑ کے رکھے تھے، اس لاہور شہر کے اندر مردوں کو دفنانے کی جگہ نہیں ہے اور لوگ اپنے گھروں میں مردوں کو دفن کر رہے ہیں تو ان پر تو رحم کر جاتے یہ graveyard کے پیسے تو ادھر نہ divert کرتے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ re-appropriation کے نام پر یہ سارا کچھ انہوں نے کیا تو اس پر ہم بھرپور احتجاج کریں گے اور آواز اُٹھائیں گے۔ میرا یہ خیال ہے کہ جو رانا ثناء اللہ خان نے شروع میں پنجاب کی تصویر پیش کی تھی میں نے تھوڑی سی بات کی تھی کہ پنجاب کی جو زبوں حالی ہے ہر شعبے کو دیکھ لیں اس کی معیشت کی کہ جب یہ اقتدار میں آئے ویسے تو ماشاء اللہ ان کی بادشاہت کو 30 سال مکمل ہونے کو ہیں لیکن اب نواں سال چڑھ گیا ہے نواں مہینہ نہیں، نواں سال چڑھ گیا ہے اس پنجاب کے اندر continues جو consistently ان کی حکومت ہے ہر طرف تباہی و بربادی ہے۔ کسی طرف لوگوں کو سکون کا سانس ملا ہے؟

جناب سپیکر! اس ایوان کے اندر میرے جو کسان بھائی ہیں تڑپ رہے ہیں، بول رہے ہیں کہ کسانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ایجوکیشن اور صحت کا میں نے تھوڑا سا ذکر کیا تو رانا صاحب بلبلا اُٹھے کہ یہ ٹرین پر بات کریں۔ میں تو مجموعی طور پر پورے پنجاب کے عوام کے حقوق کا custodian ہوں مجھے بات کرنی ہو گی، دس کروڑ عوام کی بات کرنی ہو گی، صرف لاہور کی نہیں کرنی ہو گی اور آپ کا اصل چہرا عوام کو دکھانا ہو گا کہ وعدے ان کے یہ تھے اور کر یہ رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کیا کسی شاعر نے کہا تھا پنجاب کی معیشت کی اور ان کی جو financial condition ہے کہ:

میں دیوارِ خستگی ہوں مجھے ہاتھ مت لگا
میں گر پڑوں گا دیکھ سہارا نہ دے مجھے

جناب سپیکر! تُسی وی پینڈو جے پنڈ کتے جاؤ تے کچی دیوار ویکھی جے جیدے تے لے آیا ہندا اے تے اینج لگدی اے بڑی شوتی کھڑی اے اُونہوں اینج ہتھ لائیے تے دھڑم کر کے تھلے جا پیندی اے۔ اے پنجاب دی معیشت دا حال ایہناں حکمراناں نے اس طرح کر دتا اے۔

جناب سپیکر: میں disagree کرتا ہوں۔ میں آپ کی بات سے اتفاق نہیں کرتا۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میری اللہ تعالیٰ کول دعا اے کہ اللہ تعالیٰ ایہناں نوں کوئی سمجھ تے عقل عطا کرے اور اس منصوبے نوں ایہہ review کرن۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ جی، میاں اسلام اسلم!

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی طرف سے قائد حزب اختلاف نے بات کی ہے اب حکومتی بنچوں کی طرف سے بات ہو گی پھر آپ کی بات سنیں گے۔ آپ ٹھہریں، آپ باری کا انتظار کریں آپ کا نمبر جب آئے گا میں پکاروں گا آپ ایسے نہ کریں مہربانی۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! یہ پیپلز پارٹی کے پارلیمانی لیڈر ہیں۔

جناب سپیکر: کون پارلیمانی لیڈر ہیں؟ یہ تو پارلیمانی لیڈر نہیں ہیں بہر حال چلو میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! شکریہ۔ کافی سیر حاصل گفتگو اورنج لائن ٹرین کے حوالے سے ہو رہی ہے میری آپ سے request ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ نے بحث میں حصہ لینے کے لئے نام کیوں مانگے تھے؟

جناب سپیکر: کس کا؟

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میرا نام سب سے پہلے لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: میں آپ کو ٹائم دے دوں گا۔ آپ please بیٹھ جائیں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میں پانچ منٹ کے لئے بات کروں گا۔ اُس کے بعد سارے بھائی بات کر لیں اور to the point بات کروں گا اور ادھر اُدھر کی بات نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر: آپ to the point بات کریں گے وہی میں سنوں گا اور سنوں گا بھی نہیں آپ مہربانی کریں۔ جی، میاں اسلم صاحب! آپ بات کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے پانچ منٹ بات کرنی ہے انہیں کر لینے دیں۔

جناب سپیکر: پھر آپ نے اپنا نمبر دیا ہے اب دوسری طرف سے بات ہوگی۔ جی، میاں خرم صاحب!

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں یہ کہوں گا کہ اورنج لائن ٹرین کے حوالے سے جو اپوزیشن کا احتجاج تھا، اس پر جو بات ہوتی رہی آپ اور رانا صاحب نے مہربانی فرمائی اس احتجاج کو محسوس کیا اور اس پر یہ وقت مقرر کیا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ آج ان کے اپنے ممبران پنجاب اسمبلی جو دو تہائی اکثریت کے ساتھ یہاں بیٹھے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات کریں یہ کیا کر رہے ہیں؟

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! آپ دیکھ لیں کہ ان کے اپنے لوگ یہاں اورنج لائن ٹرین کو defend کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔۔

جناب سپیکر: آپ اورنج لائن ٹرین پر بات کریں۔۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! آپ انہیں defend نہ کریں، یہ گورنمنٹ پارٹی ہے let and defend...

جناب سپیکر: نہیں، آپ اپنی بات کریں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میں اپنی بات کر رہا ہوں۔ مجھے حق حاصل ہے کہ میں اپنی بات بھی کروں گا اور ان کی بات بھی کروں گا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اورنج لائن ٹرین پر بات کریں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! مجھ پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتا کہ میں ان کی بات نہ کروں۔ میں اپوزیشن کا ممبر ہوں میں اُن کی بات بھی کروں گا۔

جناب سپیکر: کیا بات کریں گے؟

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میں پنجاب کی بات کروں گا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اورنج لائن ٹرین پر بات کریں اور مہربانی کریں ایسے نہ کریں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! اورنج لائن ٹرین کا منصوبہ جب شروع کیا گیا، اتنا عرصہ بیت گیا یہ معاملہ ایوان میں کیوں نہیں لایا گیا؟ approval ہو گئی، loan sanction ہو گیا، کام شروع ہو گیا لیکن اس پنجاب کے ایوان کو اہمیت کیوں نہیں دی گئی؟ آج میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ where is the Transport Minister? کیا اس حکومت کے وزراء بھی بے چارے ہو چکے ہیں جن کے پاس ان کے محکموں کے بھی [*****] نہیں ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: [*****] کے الفاظ حذف کر دیئے جائیں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! ان کو بھی defend کرنے کے لئے موقع نہیں ملتا اور ساری وزارتوں کا اختیار صرف ایک وزیر کو دے دیا گیا ہے کہ وہ سارے کرتے دھرتے، کالے سفید کا مالک ہے۔ میرے اورنج لائن ٹرین کے حوالے سے کچھ سوالات ہیں جن کو میں یہاں raise کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بتایا جائے کہ یہ قرضہ، آج یہاں بحث ہو رہی ہے تو یہ بتانا تو حکومت کا فرض بنتا ہے کہ یہ قرضہ کن شرائط پر حاصل کیا گیا؟ 200۔ ارب روپیہ، وزیراعلیٰ پنجاب کی ٹیلیویژن talk ہے جس میں انہوں نے کہا کہ 1.74 billion US dollar قرضہ اور اس کے علاوہ کچھ چیزیں add کی گئیں ان تمام کا حساب دیا جائے کہ کن terms and conditions پر یہ قرضہ حاصل کیا؟ اس کی کوئی بات یہاں پر نہیں کی بلکہ ہر چیز گول مول کر دی گئی۔ اسی طرح اپوزیشن لیڈر نے اس پر کافی تفصیلی بات کی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ منصوبوں میں saving ہو رہی ہے، باقی تمام شعبوں میں saving ہو رہی ہے صرف اور صرف ہم اورنج کے لئے saving کر رہے ہیں۔ تمام منصوبوں کی رفتار کو slow کر دیا گیا ہے۔ ہسپتال کی حالت دیکھ لیں، ایجوکیشن سیکٹر کی حالت دیکھ لیں، لاہور کے ہسپتالوں کی حالت دیکھ لیں بلکہ کسانوں کا حال دیکھ لیں اس کے لئے ان کے پاس کوئی پیسا نہیں ہے بلکہ وہاں سے پیسا divert کر کے اس منصوبے پر لگایا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میرا ان سے یہ بھی سوال ہے کہ جس کمپنی کے ساتھ agreement کیا گیا ہے، جس نے اس منصوبے کو چلانا ہے کیا وہ معاہدہ اس ایوان میں آیا؟ جو terms and conditions طے کی گئی ہیں کیا یہ ایوان اتنا ہی goof ہے یا اس ایوان کو یہ بتانا ہی مطلوب نہیں ہے کہ ہم نے کن شرائط

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

پر اس کمپنی کے ساتھ معاہدہ کیا، کیسے معاہدہ کیا اور یہ قرضہ جو لیا گیا ہے یہ کس طریقے سے واپس ہو گا؟ جب میٹرو پر بات ہو رہی تھی تو میاں محمد اسلم اقبال اور میرے سمیت یہ ایوان کے ممبران چیختے رہ گئے کہ ہمیں بتایا جائے کہ آپ نے میٹرو کس طرح سے شروع کی، اس پر کتنی سبسڈی دی؟ المیہ یہ ہے کہ جب بات کی جاتی ہے تو ریکارڈ جلا دیئے جاتے ہیں، ایل ڈی اے کے پلازے جل جاتے ہیں، ڈیپارٹمنٹس کو بتا دیا جاتا ہے کہ آپ نے کوئی پیپر leak out نہیں کرنا۔ یہ تو اس ایوان کا حق ہے کہ اس کو بتایا جائے کہ اس پر کتنی سبسڈی حکومت ہر مسافر پر ادا کرے گی؟ یہ میٹرو کی بات کرتے ہیں۔ یہ میٹرو پر جو سبسڈی دے رہے ہیں آج تک اس ایوان کو یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کس طرح کی سبسڈی دے رہے ہیں۔ انہوں نے اورنج لائن ٹرین بنانی ہے تو اس کو چلانا کس طریقے سے ہے، اس پر پیسا کہاں سے آئے گا، کون خرچ کرے گا اور اس پر سبسڈی کتنی دی جائے گی؟ جتنے مسافر اس پر جانے ہیں وہ آپ کے سامنے ہے۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ جب آپ میٹرو کی بات کرتے ہیں، جب آپ اورنج لائن ٹرین کی بات کرتے ہیں تو یقیناً مسافروں کو، لاہور کے لوگوں کو، پنجاب کے لوگوں کو سستی ٹرانسپورٹ ملنی چاہئے، پبلک ٹرانسپورٹ ملنی چاہئے۔ آج اگر آپ لاہور میں چلے جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ اپنے گھر سے دوسری جگہ پر جانے کے لئے دو دو گھنٹے کا ٹائم لگ جاتا ہے۔ ان کی ٹرانسپورٹ پالیسی کیا ہے آج تک انہوں نے اس ایوان کو نہیں بتایا؟ لاہور ہی پنجاب نہیں ہے بلکہ رحیم یار خان بھی پنجاب ہے، فیصل آباد بھی پنجاب ہے، راولپنڈی بھی پنجاب ہے اور جنوبی پنجاب کے اضلاع بھی پنجاب ہیں۔ صرف اور صرف 27 کلو میٹر میٹرو پر اور 27,28 کلو میٹر اورنج لائن ٹرین پر آپ نے 200۔ارب روپیہ قرضہ لے کر سارے پنجاب کو مقروض کر دیا۔ یہ اختیار آپ کو کس نے دیا ہے کہ پیسا میں دوں، ٹیکس میں دوں، بیج میں بوؤں، میں کسان جب قرضہ دیتا ہوں تو اس حکومت کو کس نے اختیار دیا کہ مجھ سے پوچھے بغیر، ممبران سے پوچھے بغیر 200۔ارب روپے لئے جائیں؟ وزیراعلیٰ اپنی مرضی سے executive order کر کے، چند لوگوں کو شامل کر کے اور ایوان سے پوچھے بغیر جا کر sign کر دیں اور کہیں کہ یہ ہماری مرضی ہے۔ انہوں نے جو جواب دیا ہے میں ان کو totally reject کرتا ہوں اور جو انہوں نے چیزیں نہیں بتائی ہیں یا تو یہ چیزیں ایوان میں لے کر آئیں otherwise یہ جو پنجاب کا حق مار رہے ہیں، زیادتی کر رہے ہیں اس پر ہم شدید احتجاج کرتے ہیں اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جو سوالات میں نے یہاں پر پنجاب کے حوالے سے raise کئے ہیں ان کا جواب یہاں پر دیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: وہ آپ کی باتوں کا جواب دیں گے۔ رانا محمد ارشد صاحب! آپ کا نمبر ہے۔ میاں اسلام اسلم نہیں ہیں اس لئے آپ بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آج الحمدللہ پنجاب اور پاکستان کی عوام نے ہمیں یہ حق دیا، مینڈیٹ دیا اور الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ہمت اور توفیق دی کہ ہم خلق خدا کے لئے کچھ کر سکیں۔ خلق خدا کے لئے کچھ کہنے اور کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ 12۔اکتوبر 1999 سے لے کر 5۔جون 2013 سے پہلے تک، چودہ پندرہ سال تک ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والے کبھی کوآپریٹو سکینڈل میں پھنس جاتے ہیں اور اربوں روپے کھانے والے کبھی پنجاب بنک کو لوٹ کر بھاگ جاتے ہیں۔ یہ پنجاب الحمدللہ 10 کروڑ عوام کا ہے اور جب پنجاب بنک کو لوٹا جا رہا تھا اس وقت ان کو احساس نہ ہوا کہ یہ غریب کا پیسا ہے، ایک مزدور کا پیسا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: اورنج لائن ٹرین پر آئیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! اورنج لائن ٹرین تو 1991 میں بھی بنی تھی پھر 07-2006 میں بھی بڑے سروے ہوئے۔ الحمدللہ میاں نواز شریف کو اللہ تعالیٰ نے ہمت اور طاقت دی کہ انہوں نے یہ منصوبہ شروع کیا۔ الحمدللہ اب یہ منصوبہ شروع ہو چکا ہے اور یہ 2017 تک انشاء اللہ مکمل ہو جائے گا۔ آج ایک عام طالب علم، جب ایک غریب مزدور کا بیٹا صبح اٹھ کر سکول جاتا ہے، کالج جاتا ہے یا لوگ ہسپتالوں میں میڈیسن کے لئے جاتے ہیں تو گجومتہ سے لے کر شاہدرہ تک وہ 20 روپے میں سفر کرتے ہیں۔ وہ سفر جو کبھی ہم خواب سمجھتے ہیں کہ کاش پاکستان یا لاہور میں بھی ایسی سواری میسر ہو جس پر ہم سفر کر سکیں وہ اڑھائی لاکھ لوگ جو صبح سے لے کر رات تک میٹرو بس پر سفر کرتے ہیں اب الحمدللہ، انشاء اللہ اڑھائی سے لے کر پانچ لاکھ تک لوگ روزانہ اس پر سفر کریں گے اور دعائیں بھی دیں گے کیونکہ یہ منصوبہ عوامی اور قومی منصوبہ ہے اور ہم نے اس کی جو prequalification اور bid کروائی ہے اس کا clean and net ہونا پوری قوم کے لئے بھی لمحہ فکریہ ہے کہ آج اتنے کم پیسوں میں یہ اتنا بڑا منصوبہ کیسے بن رہا ہے۔ یہ وزیراعلیٰ اور ان کی ٹیم کا وژن ہے اور انشاء اللہ شور مچانے سے یہ منصوبہ نہیں رکے گا اور یہ منصوبہ ضرور بنے گا۔

جناب سپیکر! اس منصوبے کے متاثرین ہمارے بھائی اور ہمارے عزیز و اقارب ہیں ان کی خواہش کے مطابق ان کو ان کے گھروں کی قیمت دی جا رہی ہے اور ان کی بلڈنگ میٹریل کی جو cost تھی وہ بھی دی جا رہی ہے حتیٰ کہ ان کو transportation کے لئے بھی حکومت پنجاب فنڈز فراہم کر رہی ہے

اور ان 12 سے 13 دنوں میں تقریباً 8۔ارب روپے ان متاثرین کو مل چکے ہیں اور یہ چار جگہ پر ون ونڈو آپریشن جاری ہے۔جب کوئی وہاں پر اپنی اپنی application لے کر جاتا ہے تو اس کو پیسے ملتے ہیں تو وہ دعائیں بھی کرتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے۔یہاں تو 07-2006 میں سہانے خواب دکھانے والے تھے، کبھی پڑھا لکھا پنجاب، کبھی دائیں اور کبھی بائیں لیکن آج ان کا کسی بھی داستان میں نام ونشان اس لئے نہیں ہے کہ وہ کچھ کرنے کا وژن ہی نہیں رکھتے تھے۔

جناب سپیکر! آج اگر الحمدللہ لاہور اور راولپنڈی میں میٹرو بس چلتی ہے تو انشاء اللہ اب اورنج لائن ٹرین چلے گی۔یہ پورے پاکستان کا پہلا منصوبہ ہے اور انشاء اللہ میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں ملک کے اندر خوشحالی کا سفر جاری وساری رہے گا۔آج چائنا کی 46۔ارب روپے کی انوسٹمنٹ کا آنا اس چیز کی نشاندہی ہے کہ الحمدللہ حکومت پاکستان اور بالخصوص 19 کروڑ عوام پر ہمسایوں نے اعتماد کیا ہے اور اعتماد کی فضا پیدا ہوئی ہے۔آج international transparency میں پاکستان کی عزت واحترام میں اضافہ ہوا ہے۔جب 2013 میں ہمیں پاکستان ملا تو rating کیا تھی؟ یہ bad governance اور کرپشن پر rating 36 تھی اور الحمدللہ 2014 میں یہ 40 پر آتی ہے۔اب الحمدللہ 53 پر rating آئی ہے تو یہ اس چیز کی نشاندہی ہے کہ پوری دنیا میں چاہے سارک کے ممالک ہوں یا پوری دنیا کے 168 ممالک ہوں، الحمدللہ پاکستان میں good governance موجود ہے اور میگا پراجیکٹس جاری ہیں اور یہاں پر میرے معزز ممبران نے یہ بات بھی کی کہ لاہور میں سفر کے لئے گاڑیاں کم تھیں تو الحمدللہ میاں محمد شہباز شریف نے میٹرو بس کے ساتھ ساتھ لاہور ٹرانسپورٹ بھی شروع کی۔ آج air conditions بسوں میں بیٹھ کر غریب اور مزدور کا بچہ سکول اور کالج جاتا ہے اور مزدور اپنے گھر سے نکل کر باعزت طریقے سے سفر بھی کرتا ہے۔

جناب سپیکر! مجھے بتادیا جائے کہ اس پاکستان میں دو صوبے اور بھی ہیں کسی ایک سکیم کا بتادیں جو صوبہ خیبر پختونخوا میں بنی ہو لیکن پچھلے تین سال میں کچھ نہیں بنا۔انہوں نے کہا کہ درخت لگائیں گے تو وہ درخت بھی ہمیں نظر ہی نہیں آرہے۔تھر میں سینکڑوں بچے بھوک سے اللہ کو پیارے ہوتے ہیں اور وہ کسی کو نظر ہی نہیں آتے؟ انشاء اللہ اورنج لائن ٹرین ایک غریب کا منصوبہ ہے اور عوام کے لئے ہے یہ پیراشوٹر، یہ لینڈ کروزر اور مرسیڈیز پر سفر کرنے والے بھول جاتے ہیں کہ اس ملک پر ایک عام آدمی کا بھی حق ہے اور انشاء اللہ وہ ایک بھٹے پر مزدوری کرنے والے کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اس کو بھی ایجوکیشن دینا ہماری ذمہ داری ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راناصاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات و ثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! انشاء اللہ تعالیٰ میاں محمد شہباز شریف کی قیادت میں پنجاب خوشحالی اور استحکام کی طرف بڑھتا جارہا ہے اور یہ بڑھتا رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جیسے موٹروے بنا تھا اسی طرح یہ بھی منصوبہ بنے گا اور جو اپنے بیڈروم میں بیٹھ کر 2018 میں اپنی حکمرانی کے سہانے خواب دیکھتے ہیں تو انشاء اللہ ان کے خواب چکنا چور ہو جائیں گے اور 2018 میں بھی عوام کی حمایت سے مسلم لیگ کی ہی فتح ہوگی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میاں محمد اسلم اقبال!

میاں محمد اسلم اقبال: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا اور لاہور شہر کے نہایت اہم ترین issue پر آج ایوان میں بحث رکھی تو اس کے لئے بھی میں آپ کا اور پورے ایوان کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جذبات کے اندر رانا محمد ارشد بڑی چیزیں فرما گئے اور انہیں پتا نہیں چلا کہ انہوں نے کیا کہا اور جب وہ یہاں سے اپنی تقریر نکلوا کر پڑھیں گے تو میرا خیال ہے کہ اور کچھ نہیں ہوگا تو انہیں شرمندگی ضرور ہوگی کیونکہ جب انہوں نے فرمایا کہ جس شفاف طریقے سے اس کے ٹینڈر ہوئے ہیں تو وہ پوری قوم کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔ اگر راناصاحب لمحہ فکریہ بنا گئے تو ہم بھی یہی کہہ رہے ہیں اور ہمارا رونا بھی یہی ہے کہ یہ پوری قوم کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ جذبات میں اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ یہ اورنج یا مالٹا ٹرین سے بھی زیادہ تیز بھاگنا شروع ہو گئے۔ تھوڑا سا ہاتھ ہولا رکھیں کچھ نہیں ہوتا، حمایت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! میرے خیال میں آپ ادھر کی بات نہ کریں جو بات کرنی ہے وہ کریں۔ راناصاحب آپ کے دوست ہی ہوں گے تو آپ باہر جا کر ہی یہ بات کر لیجئے گا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! اگر انہوں نے اورنج لائن ٹرین پر ایک لفظ بھی بولا ہو تو میں ذمہ دار ہوں اور جو انہوں نے بولا ہے وہ میں بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ الحمدللہ، ماشاء اللہ اور انشاء اللہ، گزارش یہ ہے کہ ہم سب جہاں بیٹھے ہیں یہ عوامی اسمبلی ہے اور ہمیں صوبے کی دس کروڑ عوام نے اس اسمبلی میں نمائندہ بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے ہٹ کر لاہور شہر کے اندر ایک اسمبلی اور بھی ہے، ہم

اس کو ماڈل ٹاؤن کی اسمبلی کہتے ہیں اور یہ چار سے چھ directorate سے مل کر ماڈل ٹاؤن اسمبلی چلائی جا رہی ہے جس کے اندر پر اسرار قسم کے منصوبہ جات کی تکمیل کی منظوری دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! میں پوچھتا ہوں کہ پھر یہ ایوان کس مقصد کے لئے ہے؟ اگر آپ نے اسمبلی کو شفٹ کرنا ہے تو ویسے ہی قانون میں کوئی ترمیم کر کے اس کو ماڈل ٹاؤن میں شفٹ کر دیں اور وہاں پر دو چار بیوروکریٹس کو بلا کر معاملات کو ٹھیک کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اس ماڈل ٹاؤن اسمبلی کے اندر امیروں کو مزید امیر اور غریبوں کو مزید غریب کرنے کے لئے دن رات کام ہو رہا ہے اور اتنی تگ و دو کے ساتھ ہو رہا ہے کہ اس اسمبلی کا اجلاس بلانا ہی بھول جاتے ہیں اور ان کے ذہن کے اندر یہ سوال ہوتا ہے کہ وہی صحیح اسمبلی ہے اور یہ اسمبلی ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں پر وزیراعلیٰ بھی صرف دو دن آتے ہیں، ایک دن جب خواتین کا دن ہوتا ہے اور دوسرا جب اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ لینا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وزیراعلیٰ نے اس ایوان میں نہیں آنا بلکہ کبھی بھی نہیں آنا۔ کاش! وزیراعلیٰ اس منصوبے کو شروع کرنے سے پہلے اس ایوان کو اعتماد میں لیتے، یہاں پر بحث ہوتی اور ہم آپس میں اپنے لاہور شہر کی بہتری کے لئے بحث کرتے اور ہم اس منصوبے کی بہتری کے لئے اس کو آگے کی طرف لے کر چلتے لیکن چونکہ یہ وزیراعلیٰ کی فخریہ پیشکش تھی اور اس فخریہ پیشکش کے اندر انہوں نے جلدی جلدی اس کا contract agreement بھی sign کیا اور یہ agreement 20۔ اپریل 2015 کو sign ہوا، پنجاب میٹرو بس پی ایم اے اور سی آر زنکو جو وہاں کی contractor ہیں۔ اس agreement کے اندر یہاں بریکٹ میں the call contractor لکھا ہوا ہے۔ یہ میں لسرا نہیں رہا بلکہ انہیں دے دوں گا تاکہ یہ پڑھ لیں کیونکہ لسرا نے سے انہیں پتا چلتا ہے کہ شاید بجلی پیدا ہو رہی ہے۔ زنکو کمپنی کے ساتھ انہوں نے agreement کر لیا اور اس agreement کی مالیت 1.4575 بلین ڈالر ہے لیکن اچانک پتا نہیں کیا ہوا کہ 25۔ اگست 2015 کو انہوں نے اس agreement کے اندر اس کی cost کے اندر ترمیم کر دی۔ 25۔ اگست 2015 کو جو agreement کیا گیا اس کے اندر اس کی مالیت 1.626 بلین ڈالر تک چلی گئی۔ اس agreement کی کاپی میرے پاس موجود ہے۔ پہلی بات جو یہاں پر کی گئی وہ یہ تھی کہ شروع میں جب agreement لکھا گیا، یہ contract جو 20۔ اپریل 2015 کو ہوا ہے اس کی کلاز 7 میں لکھا ہوا ہے کہ:

> This contract shall become effective after the effectiveness of the long agreement.

جناب سپیکر! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس ایوان کے اندر بیٹھے ہوئے تمام دوست جو لاہور شہر میں گھومتے پھرتے ہیں کیا وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ اس پراجیکٹ پر کام کیا شروع ہوا؟ کام agreement سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ اس پر کام پہلے شروع ہو چکا تھا، ان کے ذہن میں پہلے سے تھا کہ ہم نے کیا کرنا ہے، انہوں نے اس contract کا انتظار نہیں کیا، یہ رونا رو رہے ہیں سی آر ٹرنکو کا کہ دنیا کی فلاں کمپنی، جناب وہ خاص خاص کمپنیاں ہیں اور ان سے کوئی بعید نہیں ہے، اس چیز کو سمجھتے ہوئے کہ سٹیل کے ساتھ، لوہے کے ساتھ ان کو پیار ہے۔ میں نے تو ایوان کے اندر کہا تھا کہ کوئی ایسا سائنس دان دنیا کے اندر ڈھونڈ لو جو دوائیوں کے اندر سٹیل اور سریا ڈالتا ہو تاکہ ہسپتالوں کے اندر دوائی ملنا شروع ہو جائے۔ ان کا سریا بکے، کوئی سیمنٹ کا اس طرح پلان بنا لیا جائے۔ کیا دنیا کو نہیں پتا کہ سیمنٹ مافیا، شوگر مافیا اور سریا مافیا کون ہے؟ کسی کو نہیں پتا، سب کو پتا ہے۔ سب کو پتا ہے ایک روپے والا کام ایک ہزار روپے میں ہو رہا ہے۔ آگے چلتے ہیں، آپ نے اس پراجیکٹ کو شروع کر لیا لیکن اس پراجیکٹ کے اندر لینڈ ایکوزیشن کی قیمت نہیں رکھی گئی، یعنی کہ قیمت نہیں بتائی گئی۔ یہ کہتے ہیں کہ میٹرو بس کی مالیت 30۔ارب روپے ہے، ابھی ایوان کے اندر بات کی ہے کہ ADP کے اندر بھی 11۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! ان سے پوچھا جائے کہ دو سال ہو گئے ہیں، میں نے ایک سوال پوچھا تھا کہ میٹرو بس کے بارے میں بتائیں کہ اس کے لئے کتنے پیسے رکھے گئے ہیں، اس کی لینڈ ایکوزیشن کے لئے کتنے پیسے رکھے گئے ہیں، پل کتنے بنائے گئے ہیں، انڈر پاسز کتنے بنائے گئے ہیں؟ یہ اس کا جواب نہیں دیتے، ان کے پیچھے جو استاد ہیں جو ان کو چلاتے ہیں وہ بڑے سیانے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو ایک لائن گزر رہی ہے اس کی قیمت، اس کے ساتھ جو زمینیں acquire کی گئی ہیں اس کی value نہیں ہے، انڈر پاسز کی بھی value نہیں ہے، سڑکوں کے اوپر سڑکیں بنا دی گئی ہیں اس کی بھی value نہیں ہے، اس کا خرچہ اس کے اندر نہیں ڈالتے۔ انہوں نے اس کے متعلق بتانا بھی نہیں ہے کیونکہ یہ اپنی اس بات کو چھپا رہے ہوتے ہیں۔ پھر ایسا موقع بھی آتا ہے کہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے اندر جب دانش سکول کی بات ہوتی ہے تو دیکھتے ہیں کہ اس کو کس طرح سے منظور کروانا ہے، آپ نے دیکھا کہ کس طرح سے ڈنڈے کے ساتھ اس کو منظور کروایا گیا ہے۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ نے ٹی وی پر اس بات کا اعتراف کیا ہے لینڈ ایکوزیشن پر اورنج لائن ٹرین کے لئے 19 بلین کے قریب خرچ ہونے ہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ 19 بلین

سے کہیں زیادہ رقم اس مد میں خرچ ہو گی۔آپ نے لوگوں کا کاروبار زندگی تباہ کر دیا،آپ نے لاہور کا جو face تھا جسے historical city کہا جاتا تھا جسے تاریخی شہر کہا جاتا تھا۔اورنج لائن ٹرین بننے سے یہ تاریخی شہر نہیں رہنا،آپ نے تاریخی عمارتوں کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے ، میں ابھی اس کی بھی detail میں جاؤں گا۔آپ کو یہ بھی بتاؤں گا کہ UNESCO نے اپنے لیٹر میں کیا لکھا اور آپ کی طرف سے کیا جواب گیا ہے۔ڈی جی آرکیالوجی کو کس طرح سے بے عزت کر کے وہاں سے نکالا گیا کیونکہ اس نے آپ کو این او سی نہیں دیا تھا،اس کی تمام تفصیلات بھی میں آج اس ایوان میں بتاؤں گا۔ محکمہ تحفظ ماحول سے کس طرح سے این او سی لیا گیا وہ بھی میں آپ کو بتاؤں گا۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ ایک اور cost بھی اس منصوبے میں نہیں ڈالی گئی اور وہ cost utility کی shifting سے متعلق ہے۔جس میں پانی، سیوریج، سوئی گیس، بجلی کے کھمبے،پول،ٹرانسمشن اور دوسری تمام چیزیں شامل ہیں جو اس میں نہیں ڈالی گئیں۔ان کو جوان کے پیچھے بیٹھے ہوئے سبز طوطوں نے جو کچھ پڑھا دینا ہے،انہوں نے ویسے ہی آگے بول دینا ہے۔اس کے بعد گارنٹی یعنی sovereign guarantee جناب پورے پنجاب کو آپ نے ایک اورنج لائن ٹرین کے لئے گروی رکھ دیا۔آپ کو باقی 35 اضلاع نظر نہیں آتے کہ وہاں پر کیا ہو رہا ہے،35 اضلاع کے اندر جو معاملات آتے ہیں وہ آپ کو نظر نہیں آرہے۔آپ اپنی ایک ضد کو پورا کرنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے میٹرو بس چلائی تھی اور آپ کہتے ہیں کہ اس پر 30-ارب روپے خرچہ آیا ہے تو ادھر بھی میٹرو چلا لیتے۔آپ اس کو 200،250-ارب روپے میں بنانے جا رہے ہیں،50-ارب روپے میں آپ اس کو same بنا لیتے تو اس میں کیا حرج تھا؟آپ نے archeology کے تمام monuments کی تباہی مچا دی۔آپ کو ان باتوں کی پروا نہیں ہے ویسے بھی آپ شہنشاہ ہیں،شہنشاہوں کی حکومت ہے،انگلی ہلے تو ہر چیز ہلتی ہے۔اس ایوان کو یہ بتایا جائے اور یہ میرا سوال ہے کہ اس وقت تک کتنا قرضہ لیا جا چکا ہے اور کتنے percent markup پر لیا گیا ہے، کتنے عرصہ میں اسے واپس کیا جائے گا اور اس پراجیکٹ کی completion پر کتنی subsidy دی جائے گی؟ یہ میرے سوال ہیں مجھے ان کے جواب چاہئیں۔جس تیزی کے ساتھ اس پراجیکٹ کو مکمل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے،اس دوران میڈیا، ٹی وی اور اخبارات کی خبروں کے مطابق 9 قیمتی جانیں اس دنیا فانی سے جا چکی ہیں یعنی وہ لوگ فوت ہو گئے ہیں،مر گئے ہیں، شہید ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر! میرا دین تو یہ کہتا ہے، قرآن تو یہ کہتا ہے، احادیث یہ ثابت کرتی ہیں کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا لیکن اس حکومت نے تو 9 قتل کر دیئے ہیں، ان کا کون ذمہ دار ہے؟ پانچ لاکھ روپے آپ اس بندے کی جان کی قیمت لگا رہے ہیں، پانچ لاکھ روپے لے کر آپ اس کے گھر چلے جائیں گے اور آپ یہ بات اس سے پوچھیں جس کا جگر گوشہ چلا گیا۔ ان بیوروکریٹس کی غلط کارستانیاں ہیں ان کے گھر کا کوئی بندہ مرتا تو میں دیکھتا، ادھر کیا ہوتا؟ وہاں وزیراعلیٰ بھی جاتا، وزیراعظم بھی جاتا اور دوسرے سارے لوگ بھی جاتے اور اس کے گھر "پھوڑھی" ڈال کر بیٹھ جاتے۔ آپ نے تو 9 بندے مار دیئے ہیں لیکن آپ کو پروا نہیں ہے، آپ اس پراجیکٹ پر تلے ہوئے ہیں کہ اس کو کر کے چھوڑنا ہے۔ آپ کھوتہ پلانٹ بنا رہے ہیں کہ وہاں پر قربانیاں ضروری ہیں۔ آپ کمیشن کے لئے کام کر رہے ہیں، آپ کوئی احسان نہیں کر رہے۔ یہ بھی بتایا جائے کہ آپ نے جب ٹینڈر کیا تو اس انٹرنیشنل bid کے اندر کون کون بندے آئے جنہوں نے participate کیا اور آپ نے کس بنیاد پر اس کو چنا تھا۔

جناب سپیکر! دوسری بات کہ جب وزیراعظم چائنا تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ یہ پاکستانی قوم کے لئے ایک تحفہ ہے، ٹھیک ہے لیکن تحفے کا کیا مطلب ہوتا ہے، قرضہ؟ تحفے کا تو یہ مطلب نہیں ہوتا۔ پھر اب تک آپ نے لوکل بنک، پنجاب بنک سے جو قرضہ لیا وہ کس شرح پر لیا ہے اور باہر سے کس شرح پر لے رہے ہیں اور آپ اس پر بھی extra پیسے دے رہے ہیں اور پنجاب بنک پر بھی۔ آپ یہاں سے پیسے اکٹھے کر کے اپنے پراجیکٹ کو مکمل کرنا چاہتے ہیں besides this کہ کوئی محکمہ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ نہیں ہونا چاہئے، آرکیالوجی کہہ رہا ہے یا محکمہ تحفظ ماحول کہہ رہا ہے یا لوگ سڑکوں پر ہیں کہ یہ نہیں ہونا چاہئے لیکن آپ کو کوئی پروا نہیں اور آپ کہتے ہیں کہ یہ ہوگا اور ہو کر رہے گا چونکہ یہ ضد ہے۔

معزز ممبران: انشاء اللہ ہو گا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! اب میں یہاں پر تھوڑا سا آرکیالوجی کے بارے میں بیان کرنا چاہوں گا ان کی خط و کتابت جو انہوں نے اس محکمے کے ساتھ کی impact of Lahore Orang Line Metro Train project on archaeology sites following on its alignments اس کے اندر انہوں نے اس کے ڈائریکٹر جنرل سے این او سی مانگا تو اس نے اپنی ٹیم سے مشاورت کر کے ان کو کہا کہ یہ یہ معاملات ٹھیک نہیں ہیں، یہ یہ sites جہاں پر آپ بنانا چاہ رہے ہیں اس کے لئے International heritage اور یونیسکو کے ادارہ کے مطابق 200 میٹر کی حدود کو آپ cross نہیں کر سکتے۔ آپ اس پراجیکٹ کو دور لے جائیں یا انجینئرنگ کے مطابق جو cut and

cover کا طریق کار ہے اس کے مطابق کر لیں لیکن یہ نہ کریں۔ انہوں نے اس ڈائریکٹر جنرل کو راتوں رات بدل دیا۔ ویسے بھی یہ بندوں کو راتوں رات بدل دیتے ہیں SMBR کو بھی بدل دیا، اس دوران سیکرٹری خزانہ بھی بدل گئے ڈائریکٹر جنرل آرکیالوجی نے تو بدل ہی جانا تھا۔ ڈینگی کے لئے تقریباً 1.5۔ ارب روپے کا سپرے منگوایا گیا تھا اس کی انکوائری آفتاب سلطان جو اس وقت آئی بی کے ڈائریکٹر جنرل ہیں نے کی دس دن بعد انہیں بدل دیا لیکن وہ بھی دس دن کی انکوائری دے کر گئے کہ اس میں یہ یہ بندہ شامل ہے جنہوں نے یہ یہ کیا ہے اور وزیر اعلیٰ نے ان کی چھٹی کرا دی ان سے کہا کہ فیڈرل میں چلیں۔ فیڈرل والوں نے ان کی خدمات مانگ لیں اور وہ وہاں پر جا کر اپنی خدمات دے رہے ہیں۔ بندہ بدلنا تو ان کے لئے کوئی matter ہی نہیں ہے۔ ہر کام پر سترہ گریڈ کے جونیئر بندے کو سہولتیں دے کر لگاتے ہیں۔ وہ ایک گاڑی کا entitled ہوتا ہے لیکن اسے تین گاڑیاں دیتے ہیں، اسے بیس تیس کنال کا بڑا گھر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ موجیں کرو جو ہم کہہ رہے ہیں بس وہ چپ کر کے کر اور موجیں کر اور جونیئر افسر بے چارہ چپ کر کے لگا رہتا ہے۔ شروع سے ان کا یہی فارمولا ہے اور اسی فارمولے کے تحت انہوں نے صوبہ چلایا ہے۔ یہ تو میرٹ کی دھجیاں اڑانے والے ہیں، یہ میرٹ کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! ٹائم کا تھوڑا سا خیال کر لیں چونکہ کافی لمبی لسٹ ہے لہٰذا آپ مہربانی کر کے wind up کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! جی، بہتر۔ اس کے علاوہ محکمہ تحفظ ماحول۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں آپ تحفظ ماحول پر بات کر گئے ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں اس کی ایک شق پڑھنا چاہتا ہوں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! پڑھیا ہویا تصور کر لتا جاوے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ کو پڑھانا ضروری ہے کیونکہ آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ ایل ڈی اے نے انہیں یہ لیٹر مورخہ 15-05-07 کو لکھا اور اس کی receiving date 08-05-15 ہے اور اس کے بعد اس کا جواب دیا گیا ہے۔ اس کی گیارہویں شق کے اندر لکھا گیا ہے کہ:

> The proponent shall obtain NOC/clearance from all other concerned departments before commencement of work

لیکن انہوں نے کس کس ڈیپارٹمنٹ سے این او سی لئے؟ اور وہ لکھ کب رہے ہیں؟ یہاں پر یہ نکتہ بیان کرنے والا ہے کہ 5۔ مئی 2015 سے پہلے کام شروع ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ انہوں نے کام پہلے شروع کر لیا ہے یعنی کہ انہوں نے ڈیپارٹمنٹ کی اتھارٹی کو نہیں دیکھا اور انہوں نے وہاں پر کام بھی شروع کر لیا اور سارا کچھ کر لیا جو دل میں آ رہا ہے کرتے جا رہے ہیں۔ جب آپ کہتے ہیں کہ ہم اداروں کو مضبوط کریں گے تو آپ اداروں کو مضبوط نہیں کر رہے۔ آپ تو کسی بندے کے آرڈر کو مضبوط کر رہے ہیں کہ بس یہ کہہ دیا اور یہ ہونا ہے۔ اس کے علاوہ یونیسکو نے ان کو لیٹر لکھے لیکن انہوں نے ان کا جواب دینا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ بڑے لوگ ہیں جواب نہیں دیتے، اب NAB تھوڑے عرصے میں ان سے جواب لے رہا ہے۔

جناب سپیکر! انہوں نے specially شالامار گارڈن کے heritage site کے بارے میں یہ لیٹر لکھا ہے لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ یہاں پر جو لسٹ بیان کی گئی ہے جسے میں تھوڑا سا elaborate کرنا چاہوں گا کہ آپ re-appropriation کے کھاتے میں جتنے بھی فنڈز اکٹھا کر کے، منگوا کر کبھی میٹرو پر لگاتے ہیں اور کبھی مالٹا ٹرین پر لگاتے ہیں۔ اس مالٹا ٹرین کے لئے جو آگے بھی بات ہوئی وہ improvement of condition of public graveyards in Punjab. اس floor پر اس بات کا رونا اس لئے رویا جا رہا ہے کہ جب خدا نخواستہ کسی گھر کوئی میت ہو جاتی ہے تو اس کی تدفین کے لئے جگہ نہیں ہے اس کی قبر کے لئے پچاس ہزار سے ایک لاکھ روپے تک لئے جاتے ہیں۔ آپ نے یہ پیسے بھی اس کے لئے استعمال کر لئے۔ یہ پورے پنجاب کے لئے تھا آپ کو اتنا خیال بھی نہیں آیا؟ ان کا جو کنٹریکٹر کام کر رہا ہے وہ بھی نیب زدہ ہے اور یہ مخصوص انہی بندوں کو کنٹریکٹ دیتے ہیں، آزادی فلائی اوور ہو، میٹرو والا ہو، ایل او ایس کا پراجیکٹ ہو، پنڈی ہو، اورنج لائن ہو، ان کو ان کنٹریکٹرز کے ساتھ بڑا پیار ہے۔ ان کو ان سے خاص قسم کی محبت ہے کیونکہ یہ ان کے baby ہیں اور وہ ان کے baby ہیں اور انہیں specially کام award کیا جاتا ہے اور ان کے ذریعے ہی کام کروایا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! ابھی راولپنڈی سے ایوان کے معزز ممبر جناب آصف محمود مجھے کہہ رہے تھے کہ فرانس میں ایک ٹاک شو ہو رہا تھا تو اینکر پرسن نے سامنے بیٹھے ہوئے audience سے کہا کہ میں آپ کو ایک دلچسپ بات بتاتا ہوں کہ ایک ایسا ملک بھی ہے جہاں کے حکمران آ کر یہ کہتے ہیں کہ ہمیں loan چاہئے ٹھیک ہے کوئی بری بات نہیں کہ قرضہ چاہئے۔ جب ہم نے اس ملک کی study کی تو پتا چلا کہ ان کے پاس تو پینے کا پانی نہیں ہے، ایجوکیشن نہیں ہے، ہیلتھ کی facility نہیں ہے لیکن جب قرضے کی بات کی تو کہتے ہیں کہ ہم نے اورنج لائن ٹرین چلانی ہے۔ ہم نے میٹرو چلانی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات

کا دکھ ہے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ یہاں چند قدم کے فاصلے پر کارڈیالوجی ہے ادھر جا کر دیکھیں کہ آپ نے لوگوں کا کیا حال کیا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! بہت شکریہ

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں صرف دو منٹ میں اپنی بات مکمل کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! wind up کر لیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں پچھلے آٹھ سالوں سے 200 beds کی ایمرجنسی بن رہی ہے اور اسی کے سامنے آپ نے signal free corridor بنایا ہے۔ دو فٹ سڑک تھی اور اس کے اُوپر تین فٹ بجری ڈال دی گئی، بنی ہوئی سڑک کے اُوپر اور بجری ڈال دی گئی لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ لاہور سے قصور تک نئی سڑک بنائی گئی تھی لیکن آپ نے اسے اُکھاڑ کر میٹرو شروع کر دی، کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ آپ نے سکیم موڑ سے لے کر سمن آباد موڑ تک نئی سڑک بنائی جس پر ایک کثیر رقم خرچ کی گئی لیکن اب آپ نے اس کو اُکھاڑ کر پھر بنانی شروع کر دی ہے۔ کیا جنوبی پنجاب میں ہر چیز available ہو گئی ہے، کیا وہاں کے لوگ ہماری طرف نہیں دیکھ رہے، کیا وہ لاہور کو دیکھ کر نفرت کا اظہار نہیں کرتے اور کیا وہ یہ بات نہ کریں کہ لاہور والے ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟ بھئی! آپ بے شک ترقیاتی منصوبے مکمل کریں، پیسا لگائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن جہاں ضرورت ہے وہاں پر ترقیاتی منصوبے شروع کئے جائیں۔ آپ تو پہلے سے بنی ہوئی سڑکوں کو دوبارہ بنا رہے ہیں۔ خوف خُدا کریں اور یہ پیسا کہیں اور لگائیں۔ یہ حکومت اس عوام کا خون چُوسنے کے لئے آخری حد تک جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اورنج لائن ٹرین کا پراجیکٹ پنجاب کی عوام کے لئے نہیں بلکہ حکمرانوں کی جیبوں کے لئے ہے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت مہربانی۔ اب باؤ اختر علی صاحب بات کریں گے۔

باؤ اختر علی: جناب سپیکر! میں بات کرنے سے پہلے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ ماشاءاللہ آپ حزب اختلاف کو بہت وقت دیتے ہیں۔ آپ حزب اختلاف کی تنقید تحمل سے سُنتے ہیں تو اب ان سے کہیں کہ یہ ہماری باتیں بھی سُن کر جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: باؤ اختر علی صاحب! آپ بات کریں۔

باؤ اختر علی: جناب سپیکر! اورنج لائن ٹرین پراجیکٹ پر بحث ہو رہی ہے۔ اورنج لائن ٹرین اور اس سے پہلے کئی دوسرے منصوبے خادم اعلیٰ پنجاب وزیراعلیٰ کی زیر نگرانی شروع ہوئے جن میں لاہور میٹرو بس اور راولپنڈی میٹرو بس کا منصوبہ مکمل ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ملتان میٹرو بس کا منصوبہ بھی جلد ہی مکمل ہو جائے گا۔ اورنج لائن ٹرین ایک عوامی منصوبہ ہے۔ خادم اعلیٰ پنجاب اپنی نہایت کُہنہ مشق ٹیم کے ساتھ جب ایسے منصوبے شروع کرتے ہیں تو حزب اختلاف کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ آج میرے قائد، وزیر قانون رانا ثناء اللہ خان نے نہایت اچھے طریقے سے اس ایوان کے اندر اورنج لائن ٹرین منصوبے کے حوالے سے facts and figures بیان کئے ہیں اور انہوں نے کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کیا کہ جس سے ایوان کو محسوس ہو کہ یہ پارلیمنٹ نہیں بلکہ اکھاڑہ ہے۔ میرے حزب اختلاف کے بھائی عوام کے ووٹ لے کر آئے ہیں، وہ یہاں پر اپنے عوام کی نمائندگی کر رہے ہیں اور ان کو یہاں پر بات کرنے کا پورا حق ہے۔ اگر وہ facts and figures کے ساتھ تنقید برائے اصلاح کریں تو بہت اچھی بات ہے اور ہم اسے فراخ دلی کے ساتھ سُننے کے لئے تیار ہیں لیکن جب وہ وزیراعلیٰ کے سیکرٹریٹ کو اسمبلی کا نام دیں گے تو پھر میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس سیکرٹریٹ میں وزیراعلیٰ کی technical team، ان کی سیاسی ٹیم اور نہایت ہی competent لوگوں کی ٹیم کام کرتی ہے جو کہ ہر فلاحی اور قومی منصوبے میں وزیراعلیٰ کا ساتھ دیتی ہے۔ وزیراعلیٰ اور ان کی ٹیم اگر اس سیکرٹریٹ میں بیٹھ کر فلاحی منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں تو اس میں کیا برائی ہے؟ وزیراعلیٰ پنجاب عوامی فلاح کے کام کر رہے ہیں اور عوام ان کی تائید کرتی رہے گی۔

جناب سپیکر! اورنج لائن ٹرین پراجیکٹ 27 کلو میٹر لمبا ہے۔ جب بین الاقوامی فرموں نے اس منصوبے کی feasibility تیار کی تو اس کا تخمینہ 200۔ارب روپے لگایا گیا تھا۔ وزیراعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم کو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے negotiation کی اور اس منصوبے کی لاگت کو 160۔ارب روپے تک لے کر آئے۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے یہ منصوبہ شروع کرنے سے پہلے ہی اس قوم کو 40۔ارب روپے کی بچت کا تحفہ دیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب، میاں محمد شہباز شریف قوم کے تمام منصوبے شفاف انداز میں مکمل کرتے ہیں۔ چاہے وہ بجلی کا منصوبہ ہو، چاہے وہ دیہی علاقوں میں سڑکوں کا منصوبہ ہو، چاہے وہ کسان کی بھلائی کے منصوبے ہوں وہ ان سب میں ذاتی دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ ان منصوبوں کی تکمیل کے لئے جاگتے رہتے ہیں اور وہ پی ٹی آئی کے چیئرمین کی طرح enjoy نہیں کرتے۔ صوبہ خیبر پختونخوا آج بھی وزیراعلیٰ پنجاب کی مثالیں دیتا ہے۔ وہاں کے عوام کہتے ہیں کہ ہمیں

وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اُدھار دے دو کیونکہ ہم اپنے صوبے کو ترقی کی طرف لے کر جانا چاہتے ہیں۔

محترمہ راحیلہ انور: جناب سپیکر! ذرا اورنج لائن ٹرین پراجیکٹ پر بھی بات کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! خاموش رہیں۔ جب آپ کے قائد اور دوسرے معزز ممبران بات کر رہے تھے تو کسی نے interrupt نہیں کیا۔ اب آپ بھی ان کو خاموشی سے سُنیں۔

باؤ اختر علی: جناب سپیکر! ان کے اندر بات سُننے کا حوصلہ پیدا ہونا چاہئے۔ میں facts and figures پر بات کروں گا کہ یہ منصوبہ 27 کلو میٹر لمبا ہے اور اس میں 26 کے قریب سٹیشن بنائے جائیں گے۔ یہ سٹیشن اُوپر کی سطح پر جو ground ہے اس پر بنیں گے اور اس کے نیچے out and in کا راستہ دیا گیا ہے۔ قائد حزب اختلاف نے کہا ہے کہ اس منصوبے کی وجہ سے دس یا بیس لاکھ لوگ بے گھر اور بے آسرا ہو رہے ہیں۔ اُن کے یہ figures بالکل غلط ہیں۔ تقریباً 2300 کے قریب لوگوں کی زمین کو acquire کیا گیا ہے۔ وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کی ہدایت کے مطابق ان تمام لوگوں کو بڑے transparent طریقے سے ان کی زمین کی قیمت ادا کی گئی ہے۔ ان سب لوگوں کو زمین کی location کے حساب سے ادائیگی کی گئی ہے۔ انہیں نہ صرف زمین کی قیمت بلکہ structure کی قیمت، transportation کے اخراجات، business loss کی مد میں ادائیگی کے ساتھ ساتھ تین مہینے کا benefit بھی دیا گیا ہے۔ جس کی زمین acquire کی گئی ہے جب وہ مالک ان تمام مدات میں payment لے کر جاتا ہے تو خُدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ آج اس 27 کلو میٹر طویل ٹریک پر جا کر دیکھیں کہ لاہور کی عوام نے وہاں پر شکریہ کے بینرز لگائے ہوئے ہیں۔ اس علاقے کے عوام نے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور ان کی ٹیم کی تحسین کے لئے بینرز لگائے ہوئے ہیں۔ آج پنجاب جاگ رہا ہے۔ پچھلے نو سالوں سے پنجاب ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور انشاء اللہ وہ وقت بالکل قریب ہے کہ جب پنجاب بجلی میں بھی خود کفیل ہو گا۔

جناب سپیکر! قومیں تعمیرات اور ذرائع مواصلات سے ترقی کرتی ہیں۔ حزب اختلاف کی طرف سے یہاں archeology کے حوالے سے facts and figures دیئے گئے۔ ہم عدالتوں کا احترام کرتے ہیں، ہم عدالتوں کو ماننے والے لوگ ہیں، ہمارا ریکارڈ بتاتا ہے کہ جتنا ہم نے عدالتوں کا احترام کیا وہ شاید ہی کبھی کسی حکمران نے کیا ہو۔ وہ archeology کی بات کرتے ہیں۔ آپ یہاں سے ایک ٹیم بنائیں اور ان کو اس روٹ پر بھیجیں۔ جہاں پر ہمارا قومی ورثہ ہے کسی نے اُس میں سے

ایک اینٹ بھی نہیں چھیڑی اور جہاں جہاں اُس کے تحفظ کی بات آئی ہم نے route change کر دیا اور ہم اُس ورثے کے امین ہیں۔ یہ کیا بات کرتے ہیں کہ ہم نے ڈائریکٹر جنرل کو بدل دیا، ہم نے فلاں کو بدل دیا یہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارا منصوبہ اورنج لائن ٹرین انشاء اللہ ایک قومی ورثے کے طور پر بننے جا رہا ہے۔ ہم اپنی قیادت کے نہایت شکر گزار ہیں کہ انہوں نے تعمیرات، مواصلات سے لے کر ہر شعبے میں قوم کو ترقی کی طرف ڈالا اور یہ اورنج لائن ٹرین لاہور کی عوام کی پذیرائی نہیں ہے بلکہ یہ پاکستان کی عوام کی پذیرائی ہے، یہ پنجاب کے عوام کی پذیرائی ہے کیونکہ یہ ایک international منصوبہ ہے۔ وماعلینا الاالبلاغ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، جناب محمد سبطین خان!

جناب محمد سبطین خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا ٹائم دیا۔ اس معاملے پر حکومتی مؤقف بھی آپ کے پاس کافی آ چکا ہے، حزب اختلاف کا مؤقف بھی کافی آ چکا ہے۔ میں صرف دو چار منٹ میں wind up کروں گا ایک تو میں فاضل دوست کی بات کا جواب دوں گا کہ جس طرح وہ کہہ رہے تھے کہ خیبر پختونخوا کے لوگ یہ کہہ رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے ہمیں اپنی لیڈرشپ کا احترام کرنا چاہئے۔ جب وہ ایسی بات کریں گے پھر ادھر سے ایسی بات آئے گی پھر وہی بات بن جائے گی کہ وہ کہیں گے شیر آیا اور ادھر سے ہم کہیں گے کہ شیر کا شکاری آیا تو ہمیں ان چیزوں سے avoid کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! بات بڑی سادہ سی ہے کہ ہمارے فاضل دوست رانا ثناء اللہ خان نے کہا کہ اس اورنج لائن ٹرین کا ٹوٹل خرچہ تقریباً 165۔ارب روپیہ ہے۔ اس 165۔ارب روپیہ کے علاوہ اس پر وہ اخراجات ابھی ایوان میں discuss نہیں ہوئے کہ جو لوگوں کو دیئے جائیں گے جن کا کاروبار de-stabilize ہوا، جن کے گھر اکھڑ گئے، جو بجلی، روڈز، انفراسٹرکچر یا جو compensation ہے وہ 165۔ارب روپیہ کے علاوہ ہو گی تو جہاں تک میرا خیال ہے یہ کہیں 3/4 سو ارب روپیہ میں یہ پراجیکٹ بنے گا جس کا فاصلہ ٹوٹل 27 کلومیٹر ہو گا جس میں بیس stop over ہوں گے اور اس پراجیکٹ کی کچھ funding چائنا کرے گا، کچھ بنک آف پنجاب سے loan لیا جا رہا ہے، یہ ٹھیکے ہو چکے ہیں، کام تیزی سے ہو رہا ہے اور اس کے بعد آج یہ مسئلہ پنجاب اسمبلی میں بحث کے لئے ہمارے پاس آ رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ پہلے اسمبلی میں آنا چاہئے تھا اور اس کے دونوں پہلو دیکھنے چاہئیں تھے، اس کے merits and de-merits دیکھنے چاہئیں اُس کے بعد یہ پراجیکٹ

شروع ہونا چاہئے تھا۔اب یہ پراجیکٹ شروع ہوگیا اور یہ project, by the way چائنا پاکستان corridor کا حصہ نہیں ہے۔یہ ایک independent project ہے جس کو پنجاب حکومت چائنا کی collaboration کے ساتھ complete کر رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں اس پراجیکٹ کو اس لئے oppose کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی priorities fix کرنی چاہئیں۔لاہور ہمارے لئے بہت important ہے جس طرح رانا ثناء اللہ خان کہہ رہے تھے کہ لاکھوں لوگ daily لاہور آتے ہیں اور واپس جاتے ہیں۔اب دیکھنے والی بات ہے کہ وہ لاکھوں لوگ daily لاہور کیوں آتے ہیں؟ جب آپ کی تاریخیں یہاں پڑیں گی تو far flung areas سے لوگ تو یہاں آئیں گے۔جب آپ کے پنجاب کے 36 اضلاع میں سے صرف چھ اضلاع میں انجیوگرافی مشینیں ہوں گی تو سارا rush تو لاہور، ملتان، فیصل آباد یا راولپنڈی پر پڑے گا۔جب آپ کے حالات یہ ہوں گے کہ صوبہ میں پانی نہیں ہوگا تو بدحالی ہوگی، جب صوبے میں گیس نہیں ہوگی تو بدحالی ہوگی، جب صوبے میں بجلی نہیں ہوگی تو بدحالی ہوگی جب اس بدحالی کو دیکھیں گے اور اُدھر سے تین چار سو ارب روپیہ کا 27 کلومیٹر کا پراجیکٹ دیکھیں گے تو ہم شور نہیں کریں گے تو اور کیا کریں گے؟ اب انہوں نے یہ پراجیکٹ بنانا ہے لیکن یہ پراجیکٹ اُس وقت بنائیں جب یہ اپنی ترجیحات مکمل کریں۔ابھی یہ امرتسر کی مثال دے رہے تھے کہ امرتسر میں یہ پراجیکٹ سستا بنا اور پنجاب میں یہ پراجیکٹ مہنگا بن رہا ہے۔پہلے تو یہ دیکھیں کہ انڈیا کا growth rate کیا چل رہا ہے اور ہمارا growth rate کیا چل رہا ہے۔انڈین اکانومی کو دیکھیں، اپنی اکانومی کو دیکھیں۔ہمارا تو اُن کے مقابلے میں آدھے کا فرق ہے اُن کا ایک روپیہ اور ہمارا دو روپیہ ہے، اُن کا ایگریکلچر دیکھیں اور اپنا ایگریکلچر دیکھیں، اُن کی ایگریکلچر facilities دیکھیں اور اپنی ایگریکلچر facilities دیکھیں، اُن کا انڈسٹری کا set up دیکھیں اور اپنا industry کا set up دیکھیں۔ہمارے تو یہ حالات ہیں کہ آج سے ایک سال پہلے یہاں پر international companies کے بہت بڑے بڑے function ہوئے کہ الحمد للہ رجوعہ سادات اور چنیوٹ سے آئرن اور سونا نکل آیا ہے جبکہ وہاں سے تو آج تک چوہے کا بچہ بھی نہیں نکلا۔

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ لاہور کو develop کریں ہم بھی اس کے ساتھ ہیں کیونکہ لاہور ہمارا بھی گھر ہے، لاہور صرف پی ایم ایل (ن) کا تو نہیں ہے ناں۔لاہور میں جو لوگ رہتے ہیں یہ لاہور اُن سب کا ہے لاہور ایک international city ہے لیکن لاہور کو اگر آپ on cost of those backward areas, develop کریں تو یہ اعتراض والی بات ہے۔انڈیا تو ایک سال یا دو سال کے

بعد نیا ڈیم شروع کر دیتا ہے۔ پچھلے 8/9 سال سے موجودہ حکمران ہی حکومت میں ہیں اور یہ بات سُنی جا رہی تھی کہ 2016 یا 2017 تک بجلی نہ ہوئی تو میرا نام تبدیل کر دیں اب کہا جا رہا ہے کہ اورنج لائن ٹرین اگر نہ بنی تو خدانخواستہ میری نعش پر سے بنے گی تو اس طرح کی بڑے بڑے لوگوں کی statements آ رہی ہیں تو کیوں نعش اور کیوں نام تبدیل؟ ہم اپنی ترجیحات کو set کریں کہ ہمارے backward areas اتنے develop ہو گئے ہیں۔ آپ خود ایک پسماندہ علاقہ سے ہیں، میں بھی پسماندہ علاقہ سے ہوں، ہمارے 80 فیصد مریض تو ایمبولینس میں ہی فوت ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! پچھلے دنوں میں نے ایک قرارداد دی اور میں thankful ہوں کہ رانا ثناء اللہ خان نے اُس کو oppose نہیں کیا اور وہ انجیو گرافی مشین کے حوالے سے ٹوٹل 5/6 کروڑ روپیہ کا خرچہ تھا کہ ہر ضلعی ہیڈکوارٹر کے سرکاری ہسپتال میں یہ facility ہونی چاہئے تاکہ لاہور اور بڑے شہروں کی طرف لوگوں کا rush کم ہو تو رانا ثناء اللہ خان نے میری اُس قرارداد کو oppose نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ بتدریج یہ facility provide کر دیں گے۔ صحت کے لئے جہاں ہم بتدریج کہیں کہ step by step بنے گی اور یہاں تین چار سو کروڑ روپیہ ہم یکدم لگا دیں کہ ہم نے اکتوبر 2017 میں اورنج لائن ٹرین کو مکمل کرنا ہے لہٰذا سارے فنڈز لگا دو۔ اس میں ایک بات جو مجھے بھی اور سب لوگوں کو بہت بُری لگی کہ قبرستان کا پیسا بھی ہم نے اس میں لگا دیا ہے یہ باعث ندامت اور باعث شرمندگی ہے۔ آپ پنجاب کے سرکاری سکولوں کے حالات کو دیکھیں وہ بتدریج نیچے جا رہے ہیں اُس کے ساتھ ہم نے کہہ دیا کہ دانش سکول بنا دو، دانش کے ساتھ سکول بہتر ہو جائیں گے۔ برٹش سرکار کی بنائی ہوئی ریل کو ہم سنبھال نہیں سکے اُس کا بھٹہ بیٹھ رہا ہے تو ہم کہہ رہے ہیں کہ اورنج لائن ٹرین بنا دو۔ کسی زمانے میں پی آئی اے ہماری pride ہوتی تھی آج اس کے حالات دیکھ لیں۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ اس کے parallel ایک اور ائیر لائن بنا دو۔ کیا یہ مشکلات کا حل ہے؟ ہمیں چاہئے کہ ہمارے جو پسماندہ علاقے ہیں، آپ ہمارا ساؤتھ دیکھیں، ہمارا نارتھ دیکھیں نہایت پسماندہ ہے۔ وہاں پر زمیندار مر رہا ہے، وہاں انڈسٹری نہیں ہے، گیس نہیں ہے، sugar crisis ہیں اور ٹیکسٹائل بند ہو رہی ہے۔ زمیندار کے overhead expenses ہیں، ٹریکٹر کہاں پہنچ گیا ہے، ڈیزل کہاں پہنچ گیا ہے، زرعی آلات کہاں پہنچ گئے ہیں لیکن وہاں کسی کی کوئی توجہ نہیں ہے۔ یہ 27 کلو میٹر اتنا اہم issue ہے کہ جو پورے پنجاب پر اہمیت والا issue بن گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں زیادہ وقت نہیں لوں گا اور ایک منٹ میں بات ختم کر دوں گا۔ ہمارے معزز وزیر اعلیٰ، خادم اعلیٰ پنجاب جب باہر جاتے ہیں، یہ اچھی بات ہے میں اس کو negative sense میں

نہیں لیتا۔ میری بات کو negative نہ لیا جائے۔ یہ اچھی بات ہے کہ جب وزیر اعلیٰ باہر جاتے ہیں تو کوئی نہ کوئی اچھی چیز دیکھ کر جیسے میٹرو بس، اورنج لائن ٹرین اور ڈیمز ہیں۔ وہ یہ ideas لے آتے ہیں اور پھر فوراً ہی اس کو implement کراتے ہیں۔

جناب سپیکر! میری خادم اعلیٰ سے یہ گزارش ہے کہ ہمارے ساتھ ایک چھوٹا سا ملک سری لنکا ہے۔ آپ کبھی وہاں بھی تشریف لے جائیں۔ قومیں تعلیم سے بنتی ہیں۔ جھوٹے figures کے ساتھ قومیں نہیں بنتیں۔ اس وقت چھوٹا سا ملک سری لنکا ہے جس کا 97 فیصد literacy rate ہے۔ ہمارے خادم اعلیٰ وہاں جائیں، ان کو دیکھیں اور ہماری تعلیم کو عام کریں۔ دانش سکول بننے سے، میٹرو بننے سے، اورنج لائن ٹرین بننے سے یہ مشکلات حل نہیں ہوں گی۔ یہ grass roots level کی مشکلات ہیں۔ یہ ہمارے عام آدمی کی مشکل ہے۔ میں پھر یہ کہوں گا کہ اس سے بڑھ کر باعث ندامت یا باعث شرمندگی کیا ہو گی کہ ہم قبرستانوں کا پیسا بھی اورنج لائن ٹرین میں لگا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ اچھا منصوبہ ہے۔ اللہ ان کے نصیب کرے۔ اس کے ساتھ ہی میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے وقت دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب احمد خان بھچر!

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! میں میٹرو اور اورنج لائن ٹرین کے حوالے سے اپنے علاقہ اور کمیونٹی کا مقدمہ یہاں پیش کروں گا۔ لاہور پنجاب کا صدر مقام ہے۔ اس میں دو بڑے منصوبے 2008 سے لے کر آج تک شروع کئے گئے ہیں جن میں سے ایک مکمل ہو گیا ہے اور دوسرا مکمل ہونے جا رہا ہے لیکن کس قیمت پر جا رہا ہے۔ ہمیں لاہور سے پیار ہے، ہم لاہور کے اتنے ہی باسی ہیں جتنے یہاں کے رہنے والے لوگ ہیں لیکن اس وقت اگر آپ 12-2011 کے ADP کو اٹھا کر دیکھیں تو ہماری بنیادی ضرورتوں اور بنیادی سہولیات جو ہمارا حق ہیں وہاں سے پیسے نکال کر ادھر لاہور میں لگائے گئے۔ اس وقت صرف 2۔ارب روپیہ brackish water کے لئے اور صاف پانی کے لئے رکھا گیا۔ اس علاقہ سے آپ بھی تعلق رکھتے ہیں وہاں سے 2۔ارب روپیہ نکال کر ادھر لگایا گیا۔ اس کے علاوہ چھوٹے شہر یا ضلعی صدر مقام ہیں وہاں سے تقریباً 15۔ارب روپیہ نکال کر میٹرو بس پر لگایا گیا۔ میں میٹرو کی اس لئے پہلے بات کر رہا ہوں کہ اس سے ہی بات شروع ہوئی ہے لیکن اب ہمارا اور مقدمہ ہے۔ لاہور کو جو

سہولت دی جا رہی ہے تو ہمیں نہیں پتا کہ اس کے کتنے سٹیشن ہیں اور یہ کہاں سے جا رہی ہے۔ ہمیں صرف اتنا پتا ہے کہ 27 کلو میٹر پر اتنے پیسے لگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! آپ ایک ارب روپیہ جنوبی پنجاب میں لگا دیں وہاں 45 ہزار ایکڑ زمین سیراب ہو سکتی ہے جو اس وقت بنجر پڑی ہے۔ اس کا اس وقت کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ آپ پنجاب کو ویسے north and south میں تقسیم کرتے ہیں لیکن میرے نزدیک اور جو لوگ rural based ہیں وہ پنجاب کو تین حصوں north, central and south میں تقسیم کرتے ہیں۔ اصل north پوٹھوہار کا علاقہ ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ پچھلی گورنمنٹ سے لے کر اب تک وہاں سے small dames کے پیسے بھی نکالے گئے ہیں، ایجوکیشن سیکٹر سے بھی پیسے نکالے گئے ہیں اور ان منصوبوں پر لگائے گئے ہیں۔ رانا صاحب بیٹھے ہیں ہم آپ کے توسط سے صرف دو تین سوال کریں گے۔ میٹرو بس اور اورنج لائن ٹرین کی افادیت شہر کے لوگوں کو ہو گی۔ ہم اس کی تفصیل میں نہیں جائیں گے لیکن ہمارے دو تین سوال یہ ہیں کہ ہماری remedy کیا ہے؟ ہم تو مر رہے ہیں ہمارے دیہی پنجاب کے بچے اور بچی کو آٹھ سال کے بعد جس سکول جانا پڑتا ہے وہ ہائی سکول 15 کلو میٹر کے فاصلے سے پہلے نہیں ہے۔ ہماری بنیادی سہولتوں کو قربان کر کے یہ کام نہ کئے جائیں۔

جناب سپیکر! اس پر ایوان میں پہلے بحث ہونی چاہئے تھی لیکن یہ بنا رہے ہیں۔ ہم اپنی remedy مانگ رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ہمارا حق دیں۔ میں اگر پیچھے جاؤں تو میں 1985 پر جاؤں گا جب ہمارے بزرگ اس اسمبلی میں تھے۔ اگر آپ 1985 سے آج تک کی history دیکھیں تو میاں صاحبان کو مسلم لیگ (ن) کو کون لایا ہے تو دیہی پنجاب لایا ہے۔ یہ شہری اور دیہی کی تفریق پیدا ہو رہی ہے۔ ہمارے بچے، ہماری سڑکیں، ہمارے کالج، ہمارے سکول متاثر ہو رہے ہیں۔ میں ایک اور ستم ظریفی آپ کو بتاتا ہوں کہ میانوالی میں جو یونیورسٹی کیمپس ہے وہ سکیورٹی کی وجہ سے بند ہو چکا ہے۔ آج سے دس پندرہ دن پہلے سکیورٹی کی وجہ سے میانوالی کا یونیورسٹی کیمپس بند ہے۔ ہماری اُدھر یہ حالت ہے اور ادھر ہمارے اوپر اورنج لائن ٹرین اور میٹرو بس چلا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ہم یہ نہیں کہتے کہ شہروں کی ترقی نہ ہو لیکن صادق آباد والے جب ریونیو بورڈ یا ہائی کورٹ میں آئیں گے تو ان کو اورنج لائن ٹرین کا کچھ پتا نہیں ہے۔ اس اورنج لائن ٹرین نے ایک مخصوص علاقے سے گزرنا ہے، اس علاقہ کے لوگوں کو سہولیات دیں لیکن ہم اپنی بات کر رہے ہیں۔ ہماری یہ حالت ہے کہ اس وقت 12-2011 اور 14-2013 کا ADP دیکھ لیں rural based

areas سے جو backward areas ہیں وہاں سے سارے پیسے نکال کر اس میں شامل کئے گئے ہیں۔ ہم اپنی remedies مانگتے ہیں کہ ہمیں اس کے بدلے میں کیا دیا جا رہا ہے۔ یہ منصوبہ 160۔ارب کا ہے جو چائنا سے آیا ہے اور چائنا نے پیسے دیئے ہیں۔ یہ صاف سی بات ہے کہ ہمیں اس میں سے کیا دیا گیا ہے۔ ہم اپنی remedies اور اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ آپ لاہور کو بنائیں۔ یہاں لاہور والوں نے اتنی تقاریر کی ہیں اور ہماری اپوزیشن نے بڑی سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ ہمیں اس پر اب دوبارہ نہیں بولنا۔ میں یہاں دیکھ رہا تھا کہ اُدھر سے یہ تقاریر ہو رہی ہیں جیسے جناب محمد سبطین خان نے کہا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ شیر آیا اور ہم کہتے ہیں کہ شیر کا شکاری آیا۔ میں ایک اور بات کروں گا کہ یہاں ایک فاضل ممبر بات کر کے گئے ہیں جنہوں نے کہا کہ قومیں مواصلات اور تعمیرات سے ترقی کرتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں کہتا ہوں کہ قومیں ترقی مواصلات و تعمیرات سے نہیں کرتیں بلکہ قومیں انصاف اور تعلیم سے ترقی کرتی ہیں۔ جس معاشرے اور قوم میں انصاف اور تعلیم ہو گی وہ ترقی کرے گی۔ میرے ضلع میں دانش سکول ہے لیکن میرے علاقہ کا کوئی بچہ وہاں نہیں پڑھ رہا۔ اس کا سسٹم ہی اتنا مشکل ہے کہ وہ بے چارے بھاگ کر جاتے ہیں اور واپس آ جاتے ہیں۔ ان کی اتنی زیادہ فیسیں کر دی ہیں۔ اس وقت 40ہزار ڈاکٹروں کی shortage ہے۔ میرے واں بھچراں شہر میں ڈیوٹی ڈاکٹر موجود نہیں ہے صرف ایک ڈاکٹر ہے اور 70ہزار کی آبادی ہے۔ آپ criterion دیکھیں جن شہروں میں گرلز ڈگری کالج موجود ہیں ان میں بوائز ڈگری کالج نہیں ہیں۔ جہاں لڑکیاں اتنی پڑھنے آ گئی ہیں کیا ادھر کوئی لڑکا پڑھنے والا نہیں ہے؟ آپ کم از کم اپنی priorities کو set کریں۔ ہم دیہی پنجاب کے لوگ پستے جا رہے ہیں۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمیں 5ہزار روپیہ مونجی کے لئے ملا، وہ جو مل رہا ہے اس کے برعکس انہوں نے ہمارے اوپر 5ہزار روپیہ فی ایکڑ ٹیکس لگا دیا ہے۔ آپ دیکھیں یہ criterion کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ دو تین مہینے پہلے ہم اتنے قابل رحم تھے کہ ہمیں حکومتی امداد کی ضرورت تھی اور آج اتنے امیر ہو گئے ہیں کہ 5ہزار روپیہ ایگریکلچر پر ٹیکس لگ گیا ہے۔

جناب سپیکر! ساڑھے بارہ ایکڑ جس کی زمین ہے وہ غریب ہے اور جس کی بارہ ایکڑ پانچ کنال ہے وہ امیر ہو گیا ہے اس پر ٹیکس شروع ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! صحت، تعلیم اور انصاف کی فراہمی ہمارے علاقے میں ان چیزوں کو دیکھیں اس وقت جو ہمارے علاقے کی صورتحال ہے وہاں hard areas کی turbines 2600 ہیں۔ اگر گورنمنٹ آف پنجاب سبسڈی دے تو اس وقت ان کی سالانہ average Horse Power نکالی

جائے تو وہ ٹوٹل سبسڈی ایک ارب ستر کروڑ روپے سالانہ بنتی ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ لوگوں کی turbines بند پڑی ہیں کیونکہ آپ راجن پور سے تعلق رکھتے ہیں، آپ ایک کسان گھرانے سے ہیں اور آپ کو بھی سارے حالات کا پتا ہے۔ ہمیں بھی اور Rural Punjab کو بھی remedy ملنی چاہئے۔ ہماری ADP set ہوتی ہے آپ کی ADP Government بناتی ہے، جب ADP بنتی ہے تو وہ set کرتے ہیں کہ اس علاقے کو اتنی ضرورت ہے اس علاقے میں یہ یہ مسائل ہیں۔ جب ADP set ہوتی ہے تو وہاں سے ہمارے پیسے نکال کر خود رانا صاحب نے فرمایا ہے کہ 11۔ارب روپے انہوں نے صاف پانی کے لئے رکھے ہیں۔ بہت اچھی بات ہے۔ 11۔ارب روپے میں سے صرف 2۔ارب روپے خرچ ہوئے ہیں، اب 2۔ارب روپے کے بارے میں میرا یہ خیال تھا کہ ان کی انوسٹی گیشن ہونی چاہئے کہ کیا 2۔ارب روپے سے سارے پنجاب میں صاف پانی آگیا ہے اس پر 2۔ارب روپے کیوں خرچ کئے گئے ہیں، ہمارے سے کسی نے پوچھا ہے، چلیں ہم تو اپوزیشن میں ہیں۔ ہمارے سے کوئی نہیں پوچھتا اور نہ ہی دو سال تک کسی نے پوچھا ہے لیکن آپ کی وہاں پر ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن بھی بیٹھی ہے۔ اس وقت وہاں حالت یہ ہے کہ ہمارے hard area میں تقریباً 65 فیصد لوگوں کے پاس پینے کے لئے صاف پانی نہیں ہے۔ آٹھ سال کی بچی جب پرائمری سکول میں داخل ہوتی ہے اور جب وہ ہائی سکول تک جاتی ہے تو وہ شادی کے قابل ہوتی ہے۔ یہاں پر میرے تمام دوست بیٹھے ہیں یہ ہمارا مقدمہ اس ایوان اور گورنمنٹ کے سامنے ہے کہ ہماری بچیاں جب ہائی سکول میں جاتی ہیں ہمارے علاقے کی یہ روایت نہیں ہے، آپ کا بھی وہی علاقہ ہے کہ جب ہماری بچی شادی کے قابل ہو تو اس کو پندرہ سے بیس کلو میٹر دور پیدل اکیلا بھیجیں۔ ہماری یہ remedies ہیں ان کا حل کریں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ لاہور میں یہ نہ کریں وہ نہ کریں۔ لاہور میں میٹرو یا اورنج لائن ٹرین نہ بنائیں لیکن ایک بنیادی بات ضرور ہے کہ اس ایوان میں bulldoze کیا گیا ہے اگر اورنج لائن ٹرین کے لئے یہ Bill lay پہلے ہی ہو جاتا تو اس پر کافی سیر حاصل گفتگو بھی ہو جاتی اور گورنمنٹ کو کافی تجاویز بھی مل جاتیں۔ گورنمنٹ کے سامنے میں یہ اپنی تجاویز رکھوں گا کہ کم از کم ہمیں یہ بتا دیا جائے کہ آپ نے 160۔ارب روپے کی اورنج لائن ٹرین تو بنا دی ہے لیکن ہمارے لئے کیا کیا ہے، کیا ہماری ایک priority set ہو رہی ہے کہ جہاں لڑکیوں کے ڈگری کالج موجود ہیں اس آبادی میں کیا یہ بالکل permanent ہو جائے گا کہ next وہاں ہر جگہ پر لڑکوں کے ڈگری کالج بن جائیں گے، جہاں ستر ہزار افراد کی آبادی ہے کیا وہاں آنکھوں اور دل کے hospitals

آ جائیں گے ؟ ہمیں تو یہ چاہئیں اگر یہ نہیں ہیں تو ہمارے لئے اورنج لائن ٹرین کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ Rural Punjab کے لوگوں کو اس میٹرو اور اورنج لائن ٹرین کا بالکل کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! بہت شکریہ

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! میں صرف ایک منٹ کے لئے عرض کروں گا میری کچھ تجاویز ہیں۔ میں کسی پر تنقید نہیں کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! اب اس کو wind up کریں۔

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! ہم اپنی priorities بتا رہے ہیں۔ آخر میں، میں اتنی بات ضرور کروں گا۔ آپ کو بھی falcons کا پتا ہے میں ایک بات کروں گا وہ میرا اور آپ کا بھی علاقہ ہے۔ Falcons کی ایک قسم ہے جو رات کو جاگتی اور دن کو سوتی ہے۔ ایک بندہ falcon لینے گیا اس کو falcon کے بارے میں پتا نہیں تھا وہ رات کے وقت falcon لینے کے لئے منڈی گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک falcon وہاں رات کو جاگ رہا تھا اس نے وہ لے لیا اور جب وہ اس کو گھر لے کر آیا صبح دیکھا تو وہ سویا ہوا تھا، جب بندہ سوتا تو falcon جاگ جاتا، آخر میں جب وہ بندہ تنگ آیا" تے اوس آکھیا جناب حضور اک دفعہ اوہناں اکھیاں نال ای ویکھ لو جیہڑیاں اکھاں نال او تھے ویکھیا سی۔" ہمارے پنجاب کے دیہاتی لوگ میاں صاحبان اور مسلم لیگ (ن) کو اِس وقت اُن آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جو انہوں نے الیکشن میں وعدے کئے تھے اب وہ کہہ رہے ہیں کہ ایک دفعہ اُن آنکھوں سے بھی ہمیں دیکھ لو جن آنکھوں سے اُس وقت دیکھا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! بہت شکریہ

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! میری آخر میں بھی یہی استدعا ہے کہ ہمیں اپنی remedy چاہئے، ہمیں اور کچھ نہیں چاہئے۔ اس وقت پنجاب بُری طرح متاثر ہو رہا ہے اور ان کے لاہور میں اتنا پیسا لگانے کی وجہ سے ایک تفریق پیدا ہو رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، سردار وقاص حسن موکل!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! آپ نے ایک ترتیب بنائی تھی کہ ایک صاحب کو اِدھر سے وقت دیا جائے گا اور ایک صاحب کو اُدھر سے دیا جائے گا۔ اب آپ نے دو اپوزیشن ممبران کو وقت دے دیا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ ذرا دو منٹ بیٹھ جائیں، مجھے پتا ہے کہ آپ نے جانا ہے۔

شیخ اعجاز احمد:جناب سپیکر! نہیں، یہ جو ایک ترتیب چل رہی تھی میں اس لئے کہہ رہا تھا، وہ تو میں نے آپ کو ایک additional request بھجوائی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! مجھے پتا ہے کہ آپ نے جانا ہے تو میں آپ کو موقع دوں گا۔ جی، سردار صاحب!

سردار وقاص حسن موکل:جناب سپیکر! میں اپنی بات کا آغاز ذرا تفصیل سے کروں گا۔ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا ایک letter ہے، اس کا پراجیکٹ نمبر 40573 ہے، اس کا Loan No. 2424 ہے اور تاریخ جون 2009 ہے۔ قائد حزب اختلاف نے اس کا حوالہ دیا تھا اور میں تھوڑا تفصیل کے ساتھ اسے پڑھوں گا۔ اس کا title ہے۔

Preparing the Lahore Rapid Mass Transit System Project

1. The TA Loan was approved on 4 June 2008 for $6 million. The plan was to recruit an investment bank to formulate, structure, and take to the market a public-private partnership for Rapid Mass Transit System (RMTS) in Lahore. Two events took place:
   (i) The new Government changed its investment priorities, and RMTS is not one of them, and
   (ii) We did not find any investment bank interested in the job. The TA Loan has not been signed and its validity lapsed on 4 June 2009.
2. The Government agrees with the proposal to let the TA loan lapse. I repeat, the Govt. agrees with the proposal to let the TA Loan lapsed. It knows that in the current business climate, it will be difficult to attract a private sponsor to lead this Project. Other alternatives will be explored, including Eximbank financing with ADB and a management contract.
3. Pursuant to para. 11 of PAI 1.03, the lapse of validity of loan approval for the Project is hereby

communicated to ADB's Board of Directors. The Government has likewise been informed that the committed funds will be reallocated for other ADB projects in Central and West Asia.

جناب سپیکر! مختصراً میرے کچھ سوالات ہیں جن کا مجھے گورنمنٹ سے جواب چاہئے۔ پہلا یہ کہ اس letter کے مطابق گورنمنٹ آف پنجاب نے 2009 میں اپنی priorities کیا set کی تھیں، دوسرا جب اس TA Loan میں یہ لکھا گیا تھا کہ 6 ملین ڈالر صرف اس لئے allocate کئے جا رہے ہیں کہ Investment Bank to formulate, structure and take to the market وہ اس proposal کا ایک package بنائے گا اور اس کو buyers identify کرے گا، اس وقت کی priorities میں یہ proposal consider کیوں نہیں کیا گیا؟ SYSTRA ایک فرنچ کمپنی ہے جس کے بارے میں وزیر قانون نے بات بھی کی تھی، جس نے ایک Eurotunnel between England and France بنایا تھا، وہ top companies میں آتی ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ دوسری MBH company تھی جنہوں نے ہانگ کانگ اور سنگاپور کی میٹرو سروسز بنائی تھی اور وہ اس وقت اس پراجیکٹ میں interested تھے۔ 2008-09 میں وہ تیس سال pay back اور 12 روپے کا ٹکٹ without subsidy دینے کو تیار تھیں اگر دنیا کی یہ international companies اس وقت جبکہ 2002 سے onward آپ کو بھی پتا ہے اور مجھے بھی پتا ہے کہ پاکستان میں سب سے بڑا مسئلہ ہی دہشت گردی تھا تو اس وقت بھی اگر ایک French and Asian companies جن کی pocket میں دو completed projects تھے، وہ interested تھیں لیکن آج سوائے Chines کے two bidders کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ ان سوالات کے جوابات ایوان میں آنے چاہئیں کہ کس وجہ سے اگر 12 روپے پر without subsidy project execute ہو رہا تھا۔ اگر ایک کمپنی invest کرتی ہے تو وہ profit کے لئے کرتی ہے۔ موٹروے کا DAEWOO Company Project میں انہوں نے invest کیا، بالکل جی وہ نواز لیگ کی حکومت کا پراجیکٹ تھا اور ہے۔ کسی ایک جگہ پر کوئی ایک لفظ اس کی مخالفت میں آیا ہو۔ جس کمپنی نے وہ پراجیکٹ لیا اس نے اپنے پیسے پورے کئے انہوں نے اپنا business wind up کیا اور وہ واپس چلے گئے اور اس کو یہاں لوکل پاکستان کی حکومت operate کر رہی ہے۔ یہ کس قسم کی proposal ہے کہ جس کے اندر ہم قرضہ بھی لے رہے ہیں، جشن منا

رہے ہیں، subsidy دے رہے ہیں، billions of rupees invest کروا رہے ہیں، بنک اور CR-NORINCO کے درمیان میں معاہدہ ہو رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں آگے چلتے ہوئے NORINCO کمپنی کی بات کروں گا کہ ان کی profile اگر آپ check کریں تو ان کی ویب سائٹ پر اپنا artillery day مناتے ہیں۔ یہ کمپنی اسلحہ بناتی ہے۔ وہ کمپنی 1993 اور 1994 میں US trade department کے ساتھ consulate میں چلی گئی اور US trade department نے اس کو blacklist کر دیا۔ جس کمپنی کو امریکہ نے blacklist کر دیا آج وہ ہمارے ساتھ بزنس کر رہی ہے۔ یہ کس قسم کی شفافیت ہے، کس نے کی ہے، کن parameters پر کی ہے؟ یہ بڑی اچھی کمپنی ہو گی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار وقاص صاحب! چونکہ اجلاس کا وقت اب ختم ہو گیا ہے لہٰذا کل آپ یہیں سے continue کیجئے گا۔ جتنے بھی ممبران لسٹ میں موجود ہیں وہ کل اپنی بات کریں گے اور لاء منسٹر صاحب کل اس کو wind up کریں گے۔ آج کے اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے لہٰذا اب اجلاس بروز جمعتہ المبارک مورخہ 19۔فروری 2016 صبح 9:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔